شُد پریشان خوابِ من از کثرتِ تعبیرہا

89

صحابیت

مؤلفہ

حافظ علی بہادر خاں بی۔ ایس سی
(لیگ)

جمیعا فقام مخضبا فقال ایلعب بکتاب اللہ وانا بین اظھرکم

دیدیں تو آپ غصہ میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ یہ کتاب اللہ سے کھیل کرتا ہے اور میں ابھی موجود ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ طلاق دینے کے طریقہ کو حضرت عمر نے بدل دیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ حکم بربنائے مصلحت تھا، اگر اس استدلال کو مان لیا جائے تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ اسلام کے قوانین اجماع کے ذریعہ بدلے جاسکتے ہیں۔

تاریخ اسلام کا یہ نہایت ہی اہم واقعہ ہے دنیائے اسلام کے بعض فرقے مثلاً اہلحدیث حضرت عمر کے اس فیصلہ پر عمل نہیں کرتے مگر حنفیہ اس زمانے میں بھی ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین تسلیم کر کے طلاق بائن کا حکم لگا دیتے ہیں۔ یہ اختلاف آئین اسلام پر اثر انداز ہوتا ہے۔

Marfat.com

—۱۰—

ایک صحابی کے کارنامے

اس صداقت کو ایک بار اور دہرا دیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اللہ کی ایک بڑی نعمت تھی، ساتھ ہی اس صداقت کو بھی دہرا دیا جائے کہ ان ہی صحابہ میں بعض ایسے شقی القلب بھی تھے کہ ان پر رسول اللہ کی صحبت کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا، جس طرح بارش ہوتی ہے تو زمین کے ہر حصہ کو اس کی استعداد کے مطابق فائدہ پہنچتا ہے، پتھروں پر اس بارانِ رحمت سے کچھ نہیں اگتا، بنجر زمین پر بارش گرنے سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا، لیکن جس زمین میں قوتِ نمو ہوتی ہے، اس پر چمن کھلتے اور کھیت لہلہانے لگتے ہیں۔ رسول اللہ کے فیضانِ صحبت کا یہ بھی حال تھا کہ ؎

مہست ایں میکدہ و دعوتِ عام ست اینجا ۔ قسمت بادہ باندازۂ جام است اینجا

پس بعض "صحابہ" ایسے بھی تھے کہ ان پر ظرف عالی تھے، جنھوں نے روحانیت کے اس میخانہ سے ان کو بھرا اور بھر بھر کے خوب پی، لیکن بعض ظرف بہت ادنیٰ تھے اور بعض تو ہاتھوں میں ظرف کی بجائے آستینوں میں خنجر چھپائے ہوئے تھے موقع پاتے ہی اسلام کے سینہ میں خنجر گھونپ دیا۔

ان ہی "صحابہ" میں ایک معاویہ بن ابی سفیان تھے۔ فتح مکہ کے زمانے میں چار ناچار مسلمان ہوئے، فتح مکہ کے بعد کافروں کے زمرہ میں رہنا غیر ممکن ہو گیا تھا کیونکہ ایسے خاندان سے تھے جس نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف برسوں محاذ جنگ بنائے رکھا تھا۔ فتح مکہ کے بعد بھی شر و فساد کے امکانات تھے اس لیے رسول

صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلحت اسی میں سمجھی کہ تالیف قلوب کی پالیسی سے اس تلوار کی دھار کو کند کر دیا جائے، لہٰذا اس خاندان کے آدمیوں کو مؤلفۃ القلوب میں شمار کر کے اپنا لیا۔ ان میں سے بعض کو خدا نے ہدایت دی اور وہ تائب ہو گئے مگر بعض معاویہ کی طرح موقعہ کے منتظر رہے جیسے ہی معاویہ کو حضرت عثمان کی اقربا پروری اور دیگر کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملا یہ اسلامی قدروں کو مٹانے کیلئے تیار ہو گئے

اولیات معاویہ

حدیث میں آیا ہے کہ جس نے کسی اچھی سنت کی بنیاد ڈالی تو اس سنت پر پھل کر قیامت تک جتنے آدمی نیک کام کریں گے تو ان نیکی کرنے والوں کو تو ثواب ملے گا ہی مگر ساتھ ہی برابر کا ثواب اس سنت کی بنیاد رکھنے والوں کو بھی ملتا رہیگا۔

ایک اور حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے ہمارے اس دین میں بدعت جاری کی تو وہ ہم میں سے نہیں ہے بلکہ مردود ہے"۔

ان حدیثوں کی روشنی میں "صحابی" معاویہ کی اولیات پر غور کیجئے دین کی کتنی باتوں کو بدل کر معاویہ نے ان کی جگہ "سنۃ سیئۃ" کی بنیاد ڈالی اس کا تذکرہ ایک دفتر چاہتا ہے مگر چند اولیات اس صحابی کی یہ ہیں۔

۱۔ اسلام میں سب سے پہلے بیٹے کو ولیعہد بنانے کی بدعت شروع کی اس طرح کے نظام کو ملوکیت میں بدل دیا۔ یہ سنت ہمیشہ کے لئے جاری ہو گئی اور معاویہ "سن سنۃ سیئۃ" اور "من احدث فی امرنا ھذا" کے زمرہ میں شامل ہو گئے۔

اس سنت سیئہ کے قائم کرنے کے لئے معاویہ کو ہر قسم کے مکر و فریب سے کام لینا پڑا بڑے بڑے لوگوں کو قتل کرانا اور زہر دلانا پڑا۔ بیت المال کا سرمایہ رشوت دینے اور سپاہیوں کو خریدنے پر خرچ کرنا پڑا۔ کذب و افترا کے حربے استعمال کرنے پڑے، حدیثیں وضع

Marfat.com

کرنے پڑیں، اور رسول اللہ کے اہلبیت خصوصاً ان کے پیارے نواسوں کے خلاف محاذ بنانا پڑا۔
یہ سب کچھ کرکے ولیعہدی کی سنت قائم کی، جو آج تک جاری ہے اور جس کے باعث امام حسین کی شہادت اور انصار مدینہ کا قتل عام ہوا۔

۲۔ معاویہ نے بیت المال کی دولت کو اپنی ذاتی دولت بنا لیا جس کو چاہا بغیر استحقاق دے دیا، جس کا چاہا حق مار لیا اس طرح قرآن کی آیت لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل کی مرتکب ہوگیا

مغیرہ نے جب یزید کی ولیعہدی کی تائید میں ایک وفد بھیجا تو معاویہ نے صاف کہا کہ کتنی رقم کے بدلے میں وفد آیا ہے جب یزید کی ولیعہدی کی حمایت کے لیے مدینہ میں رقمیں تقسیم ہونے لگیں تو معاویہ نے ہدایت کی کہ انصار کو نہ دو کیونکہ رقموں کے لئے ایمان بیچنے کے عادی نہیں ہیں، یزید کی ولیعہدی کے لئے عبداللہ بن عمر کو جب ایک بہت بڑی رقم بھیجی تو انھوں نے یہ کہکر واپس کردی تھی کہ کیا معاویہ اس رقم سے میرا ایمان خریدنا چاہتا ہے، تاریخ میں ہے کہ جب معاویہ کے پاس حضرت علی کا خط پہنچا جس میں بیت المال کے برباد کرنے اور ناجائز باتوں پر خرچ کرنے کا ذکر تھا معاویہ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا الارض للہ وانا خلیفتہ اللہ فما اخذت من مال فھو لی وما ترکتہ کان جائزا لی (ملک اللہ کا ہے اور میں اللہ کا خلیفہ ہوں پس اللہ کے مال سے میں نے جو کچھ بھی لیا ہے اور جو چھوڑ دیا وہ میرے لئے جائز ہے، اس وقت عبداللہ بن صوحان بھی موجود تھا۔ اس نے یہ شعر کہا ہے

تمنیک نفسک ما لا تکر ۔ ن جھلا ما ھی لاقتش

ابتدا میں معاویہ نے کچھ احتیاط کی تھی مگر جب ان کا اقتدار مضبوط ہوگیا، تو اس بارے میں ڈھیٹ ہوگئے تھے، یہاں تک کہ اپنے خطبہ تک میں اس قسم کی اسلام آزار باتیں کہنے لگے تھے، ابن حجر نے ایک طویل روایت میں بتایا ہے کہ معاویہ نے حج کے خطبہ میں کہا

انما المال مالنا والفیی فیئنا من شئنا ۔ سب مال تو ہمارا مال ہے اور غنیمت ہمارا مال غنیمت

Marfat.com

اعطیناہ ومن شیئاً منعناہ ہے ہم جب چاہیں دیں اور جسے چاہیں منع کردیں۔

استیعاب میں ابن عبدالبر نے یہ واقعہ لکھا ہے کہ زیاد نے حکم بن عمرو الغفاری کو لکھا کہ امیر المومنین (معاویہ) نے حکم بھیجا ہے کہ جتنا مال غنیمت ملا ہے اس میں جتنا سونا چاندی ہو ہمارے لئے بھیج دو، حکم بن عمرو خراسان کا عامل تھا اسے جب زیاد کا مکتوب پہنچا تو اس نے جواب میں لکھ بھیجا کہ مجھے امیر المومنین کی کتاب اس بارے میں ملی کہ سونے چاندی کی تمام چیزیں ان کے لئے بھیج دوں مگر امیر المومنین کی کتاب سے بہت پہلے مجھے اللہ کی کتاب مل چکی ہے، جس کے مطابق میں عمل کرونگا، چاہے زمین و آسمان بھی پھٹ جائیں تو اللہ اپنے بندے کے لئے کوئی صورت نکال دیگا، اس کے بعد حکم بن عمرو الغفاری نے وہ مال قرآنی احکام کے مستحقین کو بانٹ دیا۔

حکم بن عمرو الغفاری کو اس طرز عمل کا انجام معلوم تھا لہذا انھوں نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ اگر اسمیں میرے لئے خیر ہو تو مجھے اپنے پاس بلالے اسی زمانے میں انکا انتقال ہوا۔

حکم بن عمرو الغفاری بھی صحابی تھے، ان سے احادیث بھی مروی ہیں اور بخاری نے بھی ان کی حدیث قبول کی ہے بخاری تو معاویہ اور حکم دونوں کو دیانتدار سمجھتے ہیں مگر بخاری کے یہ صحابی راوی ایک دوسرے کی دیانت پر کیا رائے رکھتے ہیں اسکا اندازہ اوپر کے واقعہ سے ہوگا

اسلام میں پہلا ظالمانہ قتل

معاویہ کی اولیات میں یہ بھی ہے کہ انھوں نے صحابی ہوکر دوسرے صحابی کو بے ظلم کے ساتھ بھوکا پیاسا رکھ کے قتل کرایا کہ اس قسم کا قتل اسلام میں معاویہ سے قبل کسی نے نہیں کیا تھا۔ بی بی عائشہ نے جب سنا کہ زیاد نے حجر بن عدی کو گرفتار کراکے بیڑیوں سمیت ان کے اصحاب کے معاویہ کے پاس دمشق بھیجا ہے اور ان کی جان خطرے میں ہے تو انھوں نے فوراً معاویہ کے پاس قاصد دوڑایا تاکہ معاویہ حجر بن عدی کو قتل نہ کرے

افسوس کہ ان کا قاصد پہنچتے پہنچتے ان کو قتل کر دیا گیا۔

حجر بن عدی بہت معزز صحابی تھے، اور بی بی عائشہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ حجر بن عدی اور اس کے اصحاب کو قتل کیا جائیگا تو قاتلوں پر اللہ اور آسمان والے غضبناک ہوں گے ابن عساکر کی روایت ہے کہ جب حجر بن عدی کے قتل کے بعد معاویہ حج کے لئے گیا اور بی بی عائشہ سے ملنے گیا تو انھوں نے مردود کو رسول کا یہ قول بیان کیا۔

بی بی عائشہ کی روایت ترمذی میں ہے۔ اور عبداللہ ابن عمر کی روایت ابن عساکر نے دی ہے کہ جن لوگوں نے حجر بن عدی کو قتل کیا ان پر اللہ کی لعنت ہے۔

ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ ان معاویہ اول من قتل مسلما صبرا وحجر اصحابہ (معاویہ پہلا آدمی ہے جس نے ایک مسلم کو اس ظلم کے ساتھ قتل کیا۔ اور قتل حجر اور ان کے ساتھیوں کا تھا۔)

اس قتل کا ساری دنیائے اسلام پر بہت اثر پڑا تھا۔ عبداللہ بن عمر کو ایسی حالت میں خبر ملی کہ وہ بازار سے کچھ سامان لا رہے تھے یہ سب سامان گر پڑا اور ایک عرصہ تک وہ سکتہ کے عالم میں رہے۔

مورخ ابن اثیر نے تاریخ الکامل میں اس واقعہ کی تفصیلات لکھی ہیں، اس نے بتایا ہے کہ معاویہ نے حجر بن عدی کے پاس پیام بھیجا کہ یا تو علیؓ سے براۃ ظاہر کرو اور ان پر لعنت کرو۔ ورنہ موت قبول کرو، جب حجر بن عدی نے علیؓ پر لعنت کرنے سے انکار کر دیا ان کے سامنے ان کی قبر کھودی گئیں ان کے کفن تیار کئے گئے اور مصیبت کے حال میں قتل کیا گیا۔ حجر بن عدی نے وصیت کی کہ جن زنجیروں میں میں جکڑا ہوا ہوں اور میرے جسم کا خون کوئی چیز نہ ہٹائی جائے کیونکہ میں اللہ کے سامنے معاویہ سے اسی حالت میں مقابلہ کروں گا۔

حجر بن عدی کے دو ساتھیوں عبدالرحمٰن بن حسان اور کریم التجیبی نے کہا کہ ہمیں

امیر المومنین کے پاس لے چلو۔ ہم علیؓ کے متعلق جو وہ کہلوائیں گے، وہی کہہ دینگے۔ چنانچہ معاویہ نے ان کو اپنے سامنے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ یہ پہنچے تو ان سے حضرت علیؓ پر لعنت کرنے کا مطالبہ کیا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان دونوں نے معاویہ کے سامنے جاکر خود اسی پر لعن طعن کا موقعہ پیدا کیا تھا چنانچہ ان دونوں نے معاویہ کو بتایا کہ مجھے اس ذلیل دنیا کو کبھی چھوڑ کر آخرت کی زندگی میں بھی جانا ہے اس وقت تیرا کیا حال ہوگا۔ دونوں کے اور معاویہ کے درمیان سخت کلامی ہوئی اور دونوں کو نہایت ظالمانہ طریقہ پر قتل کیا گیا۔

زندہ دفن کر دیا

عبدالرحمن بن حسان کو معاویہ نے غضبناک ہو کر زیاد کے نزدیک اس ہدایت کے ساتھ بھجوا دیا کہ اس کو نہایت بھیانک طریقہ سے قتل کر دیا جائے معاویہ کو معلوم تھا کہ زیاد وحشیانہ طریقوں کا ماہر تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور عبدالرحمن بن حسان کو زندہ دفن کر دیا گیا

صحابیت کا وظیفہ پڑھنے والے اس صحابی مرتبت مسلمان کو زندہ دفن کرانے والے اس صحابی کے لیے کیا دفاع پیش کر سکتے ہیں زندہ دفن کرنیکا واقعہ بھی تاریخ اسلام میں پہلا ہی تھا، معاویہ کی متعدد اولیات ایسی ہی ہیں کہ کسی فرعون شداد اور ہلاکو کی زندگی میں بھی ایسی ہولناک مثالیں نہیں ملتیں

یہ کہا جائیگا کہ یہ ثابت نہیں کہ خود معاویہ نے زندہ دفن کرنے کا حکم دیا تھا مگر اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ معاویہ کا حکم تھا کہ بدترین طریقہ سے عبدالرحمن کو قتل کیا جائے، دوسرے یہ بالکل ثابت نہیں کہ معاویہ نے زیاد کے اس فعل کی مذمت کی ہو۔ اس کو سزا دینا تو درکنار اس بھیانک واقعہ کی پوری ذمہ داری معاویہ پر آتی ہے۔

یہاں اس صحابی معاویہ کے حامیوں کے سامنے قرآن کی آیت پیش کرنیکی ضرورت

ہے۔ ومن یقتل مومنا متعمدا فجزآئہ جہنم (جو قتل کرے کسی مومن کو عمداً تو اس کا بدلہ جہنم ہے) اتنا ہی نہیں بلکہ آگے قرآن کہتا ہے خالداً فیہا و غضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہم عذاباً عظیما (وہ جہنم میں پڑا رہیگا اس پر اللہ کا غضب ہوگا اور اللہ کی لعنت اس پر ہوگی اور اسکے لیے بہت بڑا عذاب ہے)

قران کریم کی اس وعید سے حضرت علی کی اس روایت کا مقابلہ کیجئے یا اہل العراق سیقتل منکم سبعۃ نفر بعذراء مثلہم کمثل اصحاب الاخدود فقتل حجر واصحابہ (اے اہل عراق تم میں سے سات آدمی ایسے قتل کئے جائینگے کہ ان کی مثل اصحاب الاخدود پس حجر اور ان کے اصحاب قتل ہوئے۔

اصحاب الاخدود کا ذکر قرآن کے پارے عم کی سورۃ بروج میں آیا ہے اصحاب الاخدود کی نسبت مفسرین نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں مگر مذکورہ بالا روایت میں مفسرین کے اس قول کی طرف اشارہ ہے جسمیں اصحاب الاخدود سے مطلب مومنین کی وہ جماعت ہے جسے ایک ظالم بادشاہ نے نہایت ظلم کے ساتھ قتل کرایا تھا یا آگ میں جلایا تھا اور وہ اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے تھے جب اہل مکہ نے عمار اور بلال وغیرہ پر ظلم توڑے تھے اور وہ ثابت قدم رہے تھے تو اسوقت یہ آیت نازل ہوئی تھی معاویہ کی مثال اس ظالم بادشاہ کی سی ہے جس نے اصحاب الاخدود کو بڑے ظلم کے ساتھ مارا تھا حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کے قتل کے تمام حوالے اہلسنت کے محدثین و علماء کے اقوال و کتب سے لئے گئے ہیں سوال یہ ہے کہ کیا ایسے صحابی بھی قابل تعریف ہیں جو ظلم و ستم کی ایسی مثالیں قائم کریں۔

گدھے کی کھال میں صحابی نے صحابی کو جلا دیا۔

معاویہ کے نامۂ اعمال میں ایک بھیانک واقعہ یہ بھی ہے کہ اس کے

رفیقوں نے ایک صحابی محمد بن ابی بکر الصدیق کو بھوکا پیاسا کر کے مارا اور ایک گدھے کی کھال میں جسم کو ڈال کر اسے جلادیا یہ صحابی جن کو اس طرح قتل کیا اور جلایا حضرت ابوبکر صدیق کے بیٹے تھے، بی بی عائشہ کو اپنے بھائی کے قتل کی خبر ملی تو انھوں نے رو رو کر حال تھا کر دیئے، معاویہ کے لئے بددعا کی اور روزانہ قنوت کے ساتھ بددعا کیا کرتی تھیں یہ بھی روایت ہے کہ بی بی عائشہ نے بعض لذیذ چیزوں سے پرہیز کیا۔

حضرت علیؓ کو جب خبر ملی تو انھیں بڑا صدمہ ہوا لیکن معاویہ کو جب اطلاع پہنچی کہ حضرت علیؓ کے ایک زبردست رفیق کا خاتمہ ہوگیا، اور اس طرح وہ قتل کئے گئے تو معاویہ نے بڑی مسرت کا اظہار کیا۔

یہ حرکت معاویہ کے رفیق دادنر و فوج عمرو بن العاص نے کی اور معاویہ نے اظہار مسرت کر کے اس پر مہر تصدیق ثبت کی. عمرو بن العاص بھی صحابی ہیں اور ان سے بھی حدیثوں کی روایت ہے سب ۳۹- احادیث ہیں ان میں سے تین پر بخاری و مسلم دونوں کا اتفاق ہے اور ایک صرف بخاری نے لے لی ہے اور دو پر مسلم نے لی ہے۔

ہم حیران ہیں کہ جو صحابی دوسرے صحابی کے ساتھ ایسی ذلیل اور مسلم آزار حرکت کرے اس سے کوئی حدیث کیونکر لی جاسکتی ہے

نسائی اور سنن ابن ماجہ میں محمد بن ابی بکر الصدیق سے بھی احادیث مروی ہیں اگرچہ وہ خود رسول اللہ سے روایت نہیں کرتے مگر حضرت ابوبکر صدیق سے جو ان کے والد ہیں روایت کرتے ہیں. رسول اللہ سے اس لئے نہیں کرتے کہ وہ عہد رسالت کے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے بہرکیف حدیث کی کتابوں میں ان کی روایات موجود ہیں۔

اب کوئی بتائے کہ یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ معاویہ، عمرو بن العاص اور

Marfat.com

محمد بن ابی بکر الصدیق تینوں عدول ہوں اور تینوں کی روایات قبول کر لی جائیں. اگر ان میں سے محمد بن ابی بکر صدیق اس کے مستحق نہ تھے کہ ان کو اس طرح ظلم کے ساتھ قتل کیا جائے تو صحابی عمرو بن العاص کی جگہ دوزخ میں ہے کیونکہ انھوں نے ایک مسلم بلکہ رسول کے صحابی کو بلاوجہ قتل کر دیا اور اگر محمد بن ابی بکر اس لائق تھے کہ ان کو قتل کر دیا جائے تو ان کی حدیث کیوں قبول کی جائے اور پھر معاویہ کی پوزیشن کیا ہے جبکہ وہ اس ظالمانہ قتل پر اظہار مسرت کرتے ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ محمد بن ابی بکر الصدیق اس لئے سزاوار قتل تھے کہ انھوں نے حضرت عثمان کے قتل میں شرکت کی تھی، لیکن یہ واضح رہے کہ متعدد اور صحابہ بھی حضرت عثمان کے قاتلوں کو امداد دے رہے تھے، علاوہ بریں جب محمد بن ابی بکر الصدیق نے حضرت عثمانؓ کی داڑھی پکڑی تھی تو انھوں نے کہا تھا کہ اگر تمہارے باپ زندہ ہوتے تو تمہارے اس فعل پر بہت ناراض ہوتے یہ سنتے ہی محمد بن ابی بکر الصدیق نے حضرت عثمانؓ کو چھوڑ دیا، دوسرے لوگوں نے حملہ کر کے قتل کر دیا لیکن فرض کرو کہ محمد بن ابی بکر مجرم ہیں یا حضرت عثمان کے قاتلوں میں سے ہیں تو نسائی اور ابن ماجہ انہی محمد بن ابی بکر الصدیق کی روایتیں کیوں قبول کرتے ہیں؟ اور ایسے صحابی کی موت پر بلکہ بھیانک قتل پر بی بی عائشہ کیوں ماتم کرتی ہیں اور حضرت علیؓ کیوں سخ کرتے ہیں اور بی بی عائشہ معاویہ کو بد دعا کیوں دیتی ہیں؟

یہ کہا جا سکتا ہے کہ گدھے کی کھال میں بند کر کے ایک صحابی کو جلانے کی ذمہ داری معاویہ پر کیوں ڈالی جاتی ہے؟ لیکن یہ سوال تو بی بی عائشہ سے کرنا چاہیے کہ انھوں نے نمازوں کے بعد معاویہ کو کیوں بد دعا دی اور یہ معمول کیوں بنا لیا تھا، ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک ذمہ داری معاویہ کی تھی اور یہ واقعہ ہے کہ ذمہ داری معاویہ کی ہی تھی

حدیث رسولؐ کے ساتھ مضحکہ، معاویہ کی صحابیت

Marfat.com

عجیب صحابیت تھی، جب جنگ صفین میں عمار بن یاسر شہید ہوئے تو متعدد صحابہ اور دوسرے مسلمانوں میں یہ چرچا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ عمار جس گروہ کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہوں گے، وہ برسر حق ہوگا، اور جو فریق مخالف ہوگا اور ان کو قتل کرے گا وہ دوزخ کی طرف دعوت دینے والا ہوگا یہ حدیث نہایت تواتر کے ساتھ متعدد صحابہ سے مروی ہے، ستائیس صحابہ اس کے کسی نہ کسی شکل میں راوی ہیں، خود معاویہ بھی ان راویوں میں ہیں اور حدیث کی تمام کتابوں میں پائی جاتی ہے پس جب عمار بن یاسر جنگ صفین میں حضرت علیؓ کی طرف سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے تو سب پر یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت علیؓ حق پر اور معاویہ باطل پر ہیں اور اس حدیث کا چرچا ہونے لگا جس سے معاویہ کی اقتدار پرستانہ پالیسی کو صدمہ پہنچے گا تو معاویہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک محکم و مشہور حدیث کی عجیب تاویلات پیش کیں۔

معاویہ نے کہا کہ عمار بن یاسر کے قاتل ہم نہیں ہیں بلکہ علی ہیں کیونکہ انھوں نے ہی عمار کو میدان جنگ میں بھیجا تھا، اس تشریح و تاویل کی خبر جب حضرت علیؓ کو ملی، تو انھوں نے کہا سبحان اللہ کیا بات ہے اس طرح تو حمزہؓ کے قاتل رسول اللہ ہوئے چونکہ انھوں نے ہی حمزہؓ کو میدان جنگ میں بھیجا تھا۔

جب یہ تاویل کامیاب نہیں ہوئی تو نئی تاویل یہ پیش کی کہ حدیث میں عمار بن عمار کے قاتل کو "باغی گروہ" کہا گیا ہے، مگر ہم تو باغیوں کے خلاف بغاوت کر رہے ہیں، یہ لوگ حضرت عثمان کے باغی ہیں اور ہم ان کے باغی ہیں لہٰذا حدیث میں لفظ باغیہ (باغی گروہ) اسی معنی میں آیا ہے، ہم باغی تو ہیں مگر ہم نے باغیوں کے خلاف بغاوت کی ہے

معاویہ ڈھٹائی اور بے حیائی کے ساتھ رسول اللہ کی احادیث کا مذاق اڑا رہے تھے۔

علامہ شبلی نعمانی نے اپنی کتاب "الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسولؐ" میں بڑی تفصیل کے ساتھ

کعب بن الاشرف یہودی کا واقعہ پیش کیا ہے جس میں معاویہ کے دربار میں اس یہودی کے سردار کے قتل کے تذکرہ میں ایک یہودی ابن یامین کہتا ہے کہ کعب بن الاشرف کو "غدر" سے قتل کیا گیا تھا، اس وقت مشہور صحابی محمد بن مسلمہ بھی بیٹھے تھے، یہ ان ایک یا دو انصار میں سے تھے جو بعض خالص تعلقات کے زیر اثر معاویہ کے ساتھ تھے لیکن معاویہ کے دربار کے اس تذکرہ کو یہ بھی برداشت نہ کر سکے اور انھوں نے معاویہ کو اسی وقت زجر و توبیخ کی اور کہا اے معاویہ تیری صحبت میں رسول اللہ کی ایسی توہین ہوتی ہے کہ کعب بن الاشرف کو ہم نے رسول اللہ کی ہدایت کے تحت قتل کیا تھا اور تمھارے ہاں اس فعل کو عذر سے تعبیر کیا جاتا ہے، وہ برا بھلا کہتے ہوئے اسی وقت معاویہ کی صحبت سے اٹھ گئے اور قسم کھائی کہ ابن یامین کو زندہ نہیں چھوڑونگا۔

کعب بن الاشرف کا واقعہ حدیث کی تمام کتابوں اور تمام تاریخوں میں دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کعب بن الاشرف نے اسلام اور اللہ کے رسول کی مخالفت اور سب و شتم میں حد کر دی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں اپیل کی کہ اس دشمن سے کون نجات دلائے گا، چند صحابہ نے وعدہ کیا کہ ہم اس دشمن کا خاتمہ کریں گے ان لوگوں نے کعب بن الاشرف کے قتل کے لئے ایک خاص پلان بنایا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے لی تھی کہ ہم اس مقصد کے لئے اس سے جو چاہیں کہیں چنانچہ اس کے قلعہ جیسے گھر پر پہنچ کر انھوں نے یہ ظاہر کیا کہ جب سے محمدؐ مدینہ میں آئے ہیں ہم لوگ پریشان ہیں اس طرح کی باتیں کر کے اس کی ہمدردی حاصل کی اور باتوں میں لگا کر یکایک حملہ کر کے قتل کر دیا اس کا قتل اسلام کے لئے اتنا اہم تھا کہ امت کو خبر کے انتظار میں رسول اللہ جاگتے رہے تھے اور جب قتل کی خبر آئی تو تکبیر کے نعرے بلند ہونے لگے۔

ایسے اہم واقعہ کی توہین معاویہ کی مجلس میں ہوئی تو اس کے خاص حامی محمد بن مسلمہ انصاری بھی بھڑک گئے اور انھوں نے اسی وقت معاویہ پر اپنا غصہ اتارنا شروع کر دیا۔

Marfat.com

اب کوئی بتائے کہ کیا معاویہ کی صحابیت ان گناہوں پر پردہ ڈال سکتی ہے؟ اور کیا ایسے صحابی کی روایت کردہ حدیثوں پر اعتماد کیا جاسکتا ہے محمد بن سلمہ سے بھی احادیث مروی ہیں مگر محمد بن سلمہ یہ فیصلہ کر رہے ہیں کہ معاویہ کی مجلس میں رسول اللہ کی توہین کی جاتی ہے اور ان پر غور کرنے کا الزام عائد کیا جاتا ہے اور یہ بھی قابل غور امر ہے، کہ کیا اس قسم کے صحابی یا جہنم افتدیتم کے مصداق ہو سکتے ہیں!

حسن بصریؒ کی رائے

معاویہ کے بارے میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ کی یہ رائے قابل توجہ ہے، وہ فرماتے ہیں

معاویہ میں چار خصائل ایسے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی ہوتا تو اس کے عذاب کی تلوار امت مسلمہ پر ہوتی۔ اول یہ کہ اس نے بغیر مشورہ کے ایسے وقت حکومت اسلامی پر قبضہ کر لیا جبکہ صحابہ اور صاحب فضیلت لوگ موجود تھے، دوم یہ کہ ایک شرابی نشہ باز کو جانشین بنایا جو ریشم پہنتا اور گانے بجانے کا دھنی تھا۔ تیسرے یہ کہ اس نے زیاد کو ابوسفیان کا بیٹا قرار دیا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فیصلہ کر دیا تھا کہ الولد للفراش وللعاھر الحجر (بیٹا شوہر کے ہوتا ہے۔ اور زانی کے لئے پتھر ہے) چوتھے یہ کہ اس نے حجر اور اس کے اصحاب کو قتل کیا۔ (الکامل)

ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ یہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی بڑی توہین ٹھٹھائی اور بے حیائی کے ساتھ کرتا تھا چونکہ عقیدہ صحابیت کے جادو کا اثر عوام پر ہے اس لئے ان کے پہلے تاثرات یہی ہونگے کہ "ٹھٹھائی اور بے حیائی" کے الفاظ ہم نے بہت سخت استعمال کئے ہیں لیکن اگر لغات میں اس سے بھی سخت الفاظ ہوتے تو ان سخت الفاظ کو استعمال کرنا جائز ہوتا۔ ذرا غور کیجئے کہ زیاد کے استلحاق کا واقعہ کیا ان سخت الفاظ کے استعمال پر مجبور نہیں

Marfat.com

کرتا۔ صرف اس مقصد کے لئے کہ زیاد کو حضرت علیؓ کی حمایت سے منحرف کر دیا جائے یہ صحابی "امیر" یہ بوگس "کاتب وحی" اور یہ "رضی اللہ عنہ" اللہ کے گھر یعنی مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم صریح کے خلاف اپنے باپ کے زنا کے ثبوت میں ایک مجمع کے سامنے شہادتیں دلاتا ہے اور زیاد کو یہ پٹی پڑھاتا ہے کہ تو تو میرا بھائی ہے، میرے باپ کے نطفہ سے ہے، زیاد کے دماغ میں بھی یہ خبط تھا کہ زیاد ابن سمیہ کی بجائے وہ زیاد ابن ابی سفیان کہلانے لگے، حضرت علیؓ نے زیاد کو معاویہ کی ان سازشوں سے متنبہ بھی کر دیا تھا مگر زیاد معاویہ کے دام فریب میں پھنس گیا۔

بی بی عائشہ نے بھی بالراست تو نہیں۔ مگر بالواسطہ زیاد کو صحیح اسلامی پوزیشن محسوس کرائی مگر اس کی ہوس نے بی بی عائشہ کی تنبیہ کو بھی رد کر دیا اس نے بی بی عائشہ کو فریب دے کر خط میں "زیاد بن ابی سفیان" لکھوانے کی کوشش کی مگر انھوں نے اس کے بجائے "من عائشہ ام المومنین ابی ابنھا حی یاد" (منجانب عائشہ ام المومنین اپنے بیٹے زیاد کے نام) لکھا یہ خط اور بی بی عائشہ کے الفاظ زیاد اور معاویہ کی مجلس میں زیر بحث بھی آئے زیاد اپنی اسکیم ناکام ہونے پر بہت بگڑا، مگر اس کو بعض لوگوں نے سمجھایا کہ اس میں خفا ہونے کی کوئی وجہ نہیں کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں کہ بی بی عائشہ اپنا بیٹا لکھ رہی ہیں

مگر معاویہ نے زیاد کو اسلام کے ایک مسلمہ اصول سے بغاوت پر آمادہ رکھا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کی تاریخ میں معاویہ کی وجہ سے اس شرمناک باب کا اضافہ ہوا۔ یہ باب ایسا شرمناک ہے کہ حسن بصری نے جو رائے اس بارے میں ظاہر کی ہے وہ بالکل صحیح ہے اور اگر ہم نے معاویہ کے متعلق "ڈھیٹ اور بے حیا" کے الفاظ استعمال کئے ہیں تو ہمیں معذور سمجھا جائے۔

یہ بھی سمجھ لیجئے کہ زیاد کی ولدیت کے بارے میں رسول اللہ کی جس حدیث کے خلاف معاویہ نے یہ شرمناک تماشہ کیا وہ ایسی حدیث نہیں ہے جو غیر معروف ہو اور معاویہ کو اس کا علم نہ ہو، اس حدیث کا جو درجہ ہے اس کا اندازہ حسب ذیل اقتباس سے ہوگا

Marfat.com

عزمی کی مشہور کتاب "اسباب ورود الحدیث" کا ہے۔

الولد للفراش وللعاهر الحجر امام احمد نے اس کو لیا اور سوائے ابوداؤد کے چھٹیوں (یعنی بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ) نے ابوہریرہ سے لیا ہے۔ اور عائشہ سے سوائے ترمذی کے چھٹیوں نے لیا ہے ابوداؤد نے عثمان رضی اللہ سے روایت کیا ہے، نسائی نے ابن مسعود اور ابن زبیر سے یہ حدیث لی ہے، ابن ماجہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے لی ہے اور ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے۔

اس حدیث کا سبب ورود جیسا کہ بخاری میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے، عائشہ کہتی ہیں کہ سعد بن ابی وقاص اور عبد بن زمعہ کے درمیان ایک لڑکے کے متعلق جھگڑا ہوا، سعد نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا بیٹا ہے انھوں نے مجھے وصیت کی ہے کہ یہ ان کا بیٹا ہے، آپ اس کی شکل تو دیکھئے، عبد بن زمعہ نے کہا کہ یہ میرا بھائی ہے یا رسول اللہ یہ میرے باپ کے تحت جو عورت ہے اس سے پیدا ہوا ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نظر ڈالی اور اس کی شباہت دیکھی پھر فرمایا کہ اے عبد یہ لڑکا تیرے لئے ہے الولد للفراش وللعاهر الحجر اے سودہ بنت زمعہ تم اس سے پردہ کرو، انھوں نے کہا کہ سودہ کو اس نے پھر کبھی نہیں دیکھا۔

زیاد کی ماں سمیہ کا شوہر تھا۔ مگر وہ زناکار عورت تھی۔ زنا کے لئے اسے سفیان کے پاس لایا گیا تھا۔ دعویٰ معاویہ کا یہ تھا کہ زیاد ابوسفیان کے نطفہ سے اس لئے معاویہ کا بھائی ہوا۔ اس طرح معاویہ نے اسلام کے ایک مسلمہ اصول کو یا ان کے ساتھ ایسا کرتے ہوئے بے حیائی اور ننگ انسانی اور اسلام کے بدنامی کے متعدد مرحلے

Marfat.com

صرف اس لیے طے ہو گئے کہ زیاد کی خدمات معاویہ کی اقتدار پرستانہ حکمت عملی کے لئے ضروری تھیں

معاویہ کے اسلحہ خانہ میں زہر کا حربہ

معاویہ کے اسلحہ خانہ میں زہر کا بھی حربہ تھا۔ جسے خاص خاص حالات میں خاص خاص آدمیوں کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے، امام حسن، مالک الاشتر اور عبدالرحمن بن خالد کو راستہ سے ہٹانے کے لئے معاویہ نے اسی حربہ کا استعمال کیا تھا، امام حسن علیہ السلام کے مسئلہ پر تو الگ باب ہوگا لیکن مالک الاشتر اور عبدالرحمٰن بن خالد کے حالات یہاں پیش کئے جا رہے ہیں۔

مالک الاشتر حضرت علی کے سرگرم رفیق تھے، اور بڑے جانباز و سرفروش رفیق تھے جنگ صفین میں انھوں نے معاویہ کے لشکر کی صفوں کو درہم برہم کر دیا تھا، جب معاویہ میدان جنگ میں سر بر نہ ہو سکے تو انھوں نے دوسرے طریقے استعمال کئے، حضرت علیؑ نے مالک الاشتر کو مصر کا والی بنا کر بھیجا تو معاویہ نے بحر احمر کے علاقہ کے منتظم سے سازش کی، اس کو لالچ دی کہ اگر مالک الاشتر کو ختم کر دے تو جتنی مالگزاری باقی ہے سب معاف کر دی جائے گی اس نے معاویہ کی ہدایت کاری کے تحت ڈرامہ تیار کر لیا جب مالک الاشتر اس علاقہ میں پہنچے تو ان کے خیر مقدم کی ایکٹنگ کی گئی گویا کہ خیر مقدم کرنے والے حضرت علی کے طرفدار اور مالک الاشتر کے تابعدار ہیں۔ مالک الاشتر اس دن روزہ سے تھے، روزہ کھولنے کے لئے معاویہ کے اس ایجنٹ نے اپنے مہمان محترم کو ایک پیالہ میں جو شہد دیا اس میں زہر ملا دیا تھا جو مالک الاشتر کے لئے جان لیوا ثابت ہوا۔

جب مالک الاشتر کے اس قتل کی خبر معاویہ کو پہنچی تو اس نے مسرت کا اظہار کیا۔

دعا کا ڈھونگ

ایک طرف تو معاویہ نے سازش کر کے مالک الاشتر کو زہر دے کر مار ڈالنے

Marfat.com

منصوبہ بنایا۔ دوسری طرف دمشق میں اپنی روحانیت کا سکہ جمانے کے لئے یہ ڈھونگ رچایا کہ مالک الاشتر کے لئے عوام کے سامنے بد دعا کرنی شروع کر دی۔ جیسے ہی مالک الاشتر کی موت کی خبر آئی تو معاویہ نے منبر پر چڑھ کر یہ دعویٰ کیا کہ مالک الاشتر کی موت میری بد دعا سے ہوئی ہے میں نے دعا کی تھی کہ علی کا ساتھ دینے کی سزا اللہ نے یہ دعا قبول کر لی۔

معاویہ نے یہ بھی کہا کہ اللہ نے علی کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے، ایک ہاتھ عمار بن یاسر تھا جسے اللہ نے صفین میں کاٹ دیا، دوسرا ہاتھ مالک الاشتر تھا اسے بھی اللہ نے کاٹ دیا۔ تاریخ ابن اثیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ معاویہ نے کہا کہ اللہ نے ان کو یہ سزا دی ہے عمار بن یاسر کے مرتبہ اور شہادت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خیالات ظاہر کئے تھے ان کی کافی تفصیل ہو چکی ہے، لیکن یہ صحابی (معاویہ) رسول اللہ کے تمام ارشادات کے خلاف کہتا ہے کہ اللہ نے ان کو سزا دی۔

اب رہے مالک الاشتر تو صحابیت کے زمرہ میں ان کا بلند مرتبہ یہی نہیں ان کا شمار بھی صحابہ میں کیا گیا ہے اور صحاح ستہ کی کم از کم ایک کتاب سنن نسائی میں انکی روایت کردہ حدیث موجود ہے

بعض لوگوں نے مالک الاشتر پر محض اسلئے کہ وہ حضرت علی کے سرگرم رفیق معاویہ کے مخالف اور آخری دور میں حضرت عثمان کے مخالف تھے یہ عجیب الزام لگایا ہے کہ وہ سبائی تھے اور عبداللہ ابن سبا کے ساتھی تھے اس لئے بہتر ہے کہ اہلسنت کی کتاب اسماء الرجال سے حوالے پیش کر دیئے جائیں علامہ خزرجی نے خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال میں مالک الاشتر کا ذکر ان الفاظ میں موجود ہے

مالک بن الحرث بن عبد یغوث النخعی الکوفی الاشتر ولیعوف بالاشتر مخضرم[1]

مالک بن حرث بن عبد یغوث نخعی کوفی جو الاشتر کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں مخضرم ہیں جنھوں نے

---

[1] مخضرم وہ آدمی جس کی زندگی کا کچھ حصہ جاہلیت اور کچھ اسلام میں گزرا۔

Marfat.com

عن عمرو علی وکان من اکبر امرائه
شهد البرموک وفتح مصر ومات بعینابة ومکان
وقال ابن حبان الب علی عثمان وثقه
العجلی وقال ابن یونس توفی سنة سبع و
ثلاثین۔

عمرو علی سے روایت کیا ہے اور وہ ان کے
معزز امرائیں سے تھے یرموک کی جنگ میں شریک
ہوئے جس میں ان کی آنکھ ضائع ہوگئی۔ ا
حبان نے کہا ہے کہ عثمان پر حملہ کیا عجلی نے ان کو ث
قرار دیا ہے ابن یونس نے کہا ہے کہ ۳۷ھ میں وفات

اسماء الرجال کی دوسری کتاب "التہذیب" میں ہے کہ انھوں نے علی عمرو ابن زرعہ سے روایت کیا

"تہذیب" نہایت مستند کتاب اسمائے رجال کی ہے اس کے یہ الفاظ بھی ملاحظہ ہوں

قیل مات مسموما بمصر ولا علی
رضی اللہ عنہ علیها

کہا جاتا ہے کہ مصر میں زہر دینے سے موت
ہوئی جبکہ علی رضی اللہ عنہ نے انکو مصر کا والی

زہر خورانی کا ایک اور واقعہ بھی معاویہ کے نامۂ اعمال میں ہے یہ عبدالرحمٰن بن
کا واقعہ ہے یہ اگرچہ معاویہ کی پارٹی کے آدمی تھے لیکن شام میں ان کا اثر اتنا زیادہ تھا کہ معاویہ
سے خطرہ محسوس ہونے لگا عبدالرحمٰن کا یہ اثر ان کے باپ خالد بن الولید کے باعث تھا جو
شام میں ان کی فتوحات ہوئی تھیں لہذا لوگ ان کو بہت مانتے تھے اسی اثر کے باعث خ
اسیف اللہ کے بیٹے عبدالرحمٰن کا بھی اقتدار تھا۔ معاویہ نے ان کو رقیب سمجھ کر ایک عیسائی
کی خدمات حاصل کیں، عیسائی سے اس قسم کی خدمات لینے کی حکمت عملی بھی معاویہ نے ہی
کی تھی یہاں تک کہ پولیس میں بھی عیسائیوں کو ذمہ داری کے عہدے دیئے جاتے تھے، اور خص
جن عداوتوں کے مسلمانوں کی وفاداری پر شبہ ہوتا تھا وہاں عیسائی پولس اور آف
بھیجے جاتے تھے اسی لئے متعدد عیسائی مورخین نے معاویہ و یزید کی "رواداری اور د
الخیال کے تذکرے کئے ہیں۔ بہرکیف عبدالرحمن بن خالد کو زہر دینے کے لئے اس عیسا
کو مقرر کیا۔ جب عبدالرحمٰن بن خالد ایک جنگ سے کامیاب واپس آیا تو ابن اثال
حمص میں اسے شربت میں زہر دیدیا۔ معاویہ نے ابن اثال کے اپنے تمام ٹیکس مع

Marfat.com

دئے اور حمص کا خراج اسے بخشدیا۔

اِن صحابہ میں سے کس کو مانوگے؟

اوپر جو چند واقعات پیش کیے گئے ان میں کئی صحابہ کا دامن بھی شامل ہوا ہے۔ یہ سوچ کر انسان پریشان ہوتا ہے کہ عوامی عقیدہ کے مطابق ان میں ہر ایک کیونکر وہ "ستارہ" بن سکتا ہے جس کی تقلید سے منزل مل سکتی ہے؟ یہ ستارے تو علانیہ مخالف سمتوں میں جارہے ہیں۔ تو کیا انسان کی منزل مخالف سمتوں میں بھی ہو سکتی ہے؟

یہ اعتراف کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ صحابیت تو بڑی نعمت ہے۔ مگر ایسے بھی افراد تھے، جو صحابہ کے زمرہ میں اس لئے شامل ہوئے تھے کہ اندر سے توڑ پھوڑ کر کے اسلام کو تباہ کر دیں۔ سنام کے لئے تو یہ بھی صحابیوں کی تعریف میں آجاتے ہیں۔ مگر یہ وہ ہیں جو ستارۂ ہدایت بننا تو کجا، اس قابل ہیں کہ ان کی گمراہی کا پردہ چاک کر دیا جائے۔ تاکہ عوام ان کی نام نہاد صحابیت سے گمراہ نہ ہو جائیں۔

یہ اختلاف جو پیش کئے جارہے ہیں "اجتہادی" نہیں ہیں۔ یہ تو وہ اختلافات ہیں۔ جو فتنہ پردری پر مبنی تھے، اور ان کے خیر و شر کا تجزیہ کئے بغیر کوئی انسان صراط مستقیم نہیں پا سکتا۔

مثلاً ادھر ایک واقعہ حضرت ابوبکر صدیق کے صاحبزادے محمد بن ابی بکر کا تاریخ سے پیش کیا گیا ہے، یہ بھی صحابی تھے۔ مگر حضرت علی اور اہلبیت کے شیدائی تھے، اس لئے اہلبیت کے دشمنوں کے دشمن تھے، حضرت علی کی طرف سے مصر کے عامل مقرر ہوئے تھے، ادھر معاویہ نے عمرو بن العاص کو مصر کی حکومت سونپ دی تھی اور جب یہ سودے بازی ان دو "صحابیوں" میں ہو رہی تھی

Marfat.com

تو عمرو بن العاص نے معاویہ سے صاف کہہ دیا تھا کہ تمہاری رفاقت سے مجھے دین تو مل نہیں سکتا۔ پھر دنیا بنانے کے لئے میں مصر چاہتا ہوں۔ عمرو بن العاص اور معاویہ کی یہ سودا بازی تاریخ کا عام واقعہ ہے۔ پس عمرو بن العاص معاویہ کی طرف سے مصر پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ محمد بن ابی بکر ایک جگہ بعض لوگوں کی غداری سے گھر گئے اور عمرو بن العاص کی فوج نے گرفتار کر لیا۔ پھر جیسا کہ سابق میں بیان ہوا۔ ان کو پیاسا رکھ کر قتل کیا۔ اور ان کے جسم کو گدھے کی کھال میں بند کر کے جلا دیا۔

کیا کسی دشمن کو قتل کرنے کا یہی وہ طریقہ ہے جو صحابیت کے شایان شان ہے؟ ممکن ہے کہا جائے کہ معاویہ اس کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ لیکن عمرو بن العاص تو ضرور ذمہ دار ہیں۔ وہ تو موقع پر موجود تھے، مگر وہ بھی تو "صحابی" ہیں۔ ان کا نام بھی تو "حضرت" اور "رضی اللہ عنہ" کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ اب بھی معاویہ کی ذمہ داری تو تاریخ کے صفحات پر غائر نظر ڈالئے تو یہ ذمہ داری بھی عیاں ہو جائے گی۔

غور کیجئے کہ تاریخ میں اس واقعہ کا رد عمل تین مختلف "صحابیوں" پر کیا پڑا۔ یہ تین صحابی ہیں۔ حضرت علیؓ، معاویہ اور بی بی عائشہ۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب حضرت علی کو اس بیدردانہ قتل کی خبر پہنچی تو انھوں نے بہت رنج کیا اور فرمایا کہ یہ لوگ اسلام کے باغی ہیں اور اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں۔ لیکن معاویہ تک جب اطلاع پہنچی تو وہ پھولا نہ سمایا اور بہت خوشی کا اظہار کیا حالانکہ اسے یہ اطلاع ملی تھی کہ "منعوہ الماء حتی اشتد عطشہ"، اس کو پانی روک دیا تھا۔ یہاں تک کہ اس کی پیاس سے بری حالت ہو گئی تھی، اگر صرف اجتہادی اختلاف ہوتا تو اس بیدردی سے قتل کرنے کا کوئی سوال

اور پھر پیاسا رکھنے کے بعد" (ثم اوخلوہ فی جیفۃ حمار واحرقوۃ")
(پھر اس کو گدھے کی کھال میں بند کر کے جلا دیا)۔ کیا اسی کا نام اجتہادی
اختلاف ہو سکتا ہے؟ اگر معاویہ یا عمرو بن العاص کے نزدیک محمد بن ابی بکر کا قتل
ضروری تھا۔ تو معمولی قتل پر اکتفا کیا جاتا۔ کیا کسی قابل تقلید صحابی کی ذہنیت
ایسی ظالمانہ بھی ہو سکتی ہے؟

لیکن اس واقعہ کے متعلق ایک معنی خیز شہادت بی بی عائشہ کی ہے، جن
کو حضرت علی کی پارٹی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ ان کی رائے کسی
واقعہ کے متعلق حضرت علی سے اختلاف ظاہر کرنے والی ہو، لیکن یہ نہیں ہو سکتا
کہ انھوں نے اس قتل کے واقعہ کی ذمہ واری معاویہ پر حضرت علی کے زیر اثر
ہو کر ڈالی ہو۔

یہ واضح رہے کہ بی بی عائشہ اور حضرت علی کے درمیان اس وقت سے خلش
پیدا ہو گئی تھی جب سے افک کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ
سے مشورہ لیا تھا اور حضرت علی نے ایسا مشورہ دیا تھا جو عائشہ کے بالکل خلاف تو نہ
تھا مگر سو فیصدی ان کے موافق بھی نہ تھا۔ ان کے دل کی یہ کدورت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ میں رنگ نہ لا سکی مگر اس کا مظاہرہ کسی نہ کسی رنگ میں ہوتا رہا
تا آنکہ جنگ جمل میں یہ شعلہ بھڑک اٹھا۔

حضرت علی اور بی بی عائشہ کے تعلقات کی تشریح بہت طوالت چاہتی ہے جنگ
جمل کے بعد یہ اختلافات ختم ہوئے اب چونکہ ان کا ذکر آگیا ہے لہذا چند اشارات پیش
کر دینا ضروری ہے (دراصل یہ بحث بھی کتاب کے موضوع سے خارج نہیں ہے لہذا
اختصار کے ساتھ چند باتیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اگر محمد بن ابی بکر
کے قاتل کے ظالمانہ قتل کی ذمہ داری اگر بی بی عائشہ کی یہ شہادت بالکل غیر جانبدارانہ

Marfat.com

ہے اس میں حضرت علی کی پارٹی کا کوئی اثر شامل نہیں ہے۔

بی بی عائشہ کو جب یہ خبر پہنچی تو ان کو بہت صدمہ ہوا اور انھوں نے زندگی بھر نمازوں کے بعد معاویہؓ اور عمرو بن العاص کو بددعا کی اور لذیذ کھانوں تک سے پرہیز کیا۔ اپنی بددعائیں معاویہ اور عمرو بن العاص دونوں پر اس وحشیانہ قتل کی ذمہ داری تھی، پس معاویہ کو یہ کہہ کر نہیں بچایا جاسکتا کہ وہ اس قتل کا ذمہ دار نہیں تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ محمد بن ابی بکر صدیق سے معاویہ کو تازہ صدمہ یہ پہنچا تھا کہ محمد بن ابی بکر صدیق نے معاویہ کو حسب ذیل خط لکھا تھا۔ مفصل خط مورخ مسعودی مشہور کتاب مروج الذھب میں دیکھئے، خلاصہ حاضر ہے۔

"محمد بن ابی بکر الصدیق کی طرف سے گمراہ معاویہ کے نام۔ اللہ تعالیٰ نے تمام خلقت پیدا کی صرف اس لئے کہ انسان اس کی عبادت کریں ان میں نیک و بد اور شقی و سعید دونوں قسم کے ہو گئے تو اللہ نے نبی بھیجے، ان میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبشر و نذیر منتخب کر کے بھیجا۔ پس پہلا انسان جس نے محمدؐ کی دعوت پر لبیک کہا اور تصدیق کی۔ ان کے بھائی علی بن ابی طالب ہیں۔ جن کو اللہ نے مکرّم بنایا۔ انھوں نے رسول اللہ کا ایسا ساتھ دیا کہ خوف، بھوک مصیبت، دن رات میں ایسا ساتھ دیا کہ اس کی نظیر نہیں ان کی گرد کو کوئی بھی نہیں پہنچتا، تو تو ہی ہے اور وہ وہی ہیں۔ وہ نیت کے لحاظ سے بھی افضل الناس ہیں۔ اور ذریت کے لحاظ سے بھی افضل الناس ہیں۔ زوجہ کے اعتبار سے بھی بہترین ہیں۔۔۔۔ مگر تو لعین ابن لعین ہے۔ تو اور تیرا باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف محاذ بناتے رہے، اور اللہ کے

Marfat.com

نور کو بجھانے کی ہر جد وجہد کرتے رہے، اس شیطانی کام کے لئے خرچ کر کے لڑنے والے جمع کرتے رہے اور قبائل کو لڑنے کی دعوت دیتے رہے، تیرا باپ یہ ہی حرکتیں کرتے کرتے مرگیا، اور اس کے بعد تو اس کا جانشین ہوا ہے، اور تو نے نفاق کی قوتوں کو اپنے گرد جمع کر لیا ہے۔

اس کے برخلاف علی کے فضل وکرم کے ساتھ وہ مہاجرین وانصار ہیں جن کی فضیلت اللہ نے بیان کی ہے۔ اور وہ لوگ علی کے ساتھ ہیں جو ان کی اتباع میں حق پاتے ہیں۔ اور ان کی مخالفت میں شقاوت پاتے ہیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں۔ اور ان کے وصی ہیں اور ان کی اولاد کو نسل دینے والے ہیں۔ وہ علی ہیں جن کو رسول نے اپنے اسرار بتلائے۔ اور اپنی ذمہ داریاں بتائیں۔

اور تو ان کا دشمن ہے، اور دشمن باپ کا بیٹا ہے، پس جب تک ہو سکے، دنیا کمالے اور ابن العاص کی امداد بھی شامل کرلے، لیکن تجھے موت آنے والی ہے۔ جب کہ تیرا سارا مکر وفریب کھلے گا۔ اور تجھے اس مکر وفریب کی سزا خدا دے گا۔ تیرا ٹھکانہ ہوگا۔

والسلام

"علی من اتبع الھدیٰ"

یہ خط محمد بن ابوبکر صدیق نے مصر سے ہی معاویہ کو لکھا تھا۔ معاویہ

Marfat.com

اس کا کوئی جواب نہیں بن پڑا تھا۔ یہ خط حقائق و واقعات اور دینی و اسلامی جذبات سے لبریز ہے۔ اور معاویہ کا جواب یہ ہے کہ خط بھیجنے والے صحابی کو گدھے کی کھال میں بھر کر آگ میں جلا دیا۔ اس سے معاویہ کے کریکٹر پر روشنی پڑتی ہے۔

بہرکیف اب شمہ حال ان اختلافات کا سنئے، جو بی بی عائشہ اور حضرت علیؓ کے درمیان تھے۔

Marfat.com

—۱۱—

بی بی عائشہؓ اور حضرت علیؓ

جنگ جمل کا پس منظر

بہت لوگوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ جنگ جمل کا سبب حضرت عثمان کی شہادت سے پیدا ہوا ہے، لیکن یہ خیال صرف ایک حد تک ہی درست ہے۔ زمانۂ ماضی ہو یا زمانۂ حال جنگوں کے اسباب متعدد ہوتے ہیں، کچھ فوری اور کچھ زمانۂ گزشتہ کے واقعات سے وابستہ ہوتے ہیں۔ جنگ جمل کا بھی ایک پس منظر ہے جس پر اس کتاب میں نظر ڈالنا ضروری ہوگیا ہے، لیکن چونکہ اسلام کی دو ایسی ممتاز شخصیتوں کا تذکرہ ہے جن کا احترام ضروری ہے لہٰذا بحث کی تراکتوں کا خیال و پاس کرکے صرف ان اشارات پر اکتفا کیا جائے گا۔ جو صحابیت کی بعض حدود کو نمایاں کردیں۔

اس اختلاف کی سیر حاصل بحث کے لئے ضروری ہے کہ بعثت رسول کے وقت مکہ و مدینہ کے باشندوں کے مختلف گروہوں کے نظریات اور مقابتوں پر تبصرہ ہو۔ اور یہ بتایا جائے کہ ہجرت کرنے والے میں حبشہ اور مدینہ جانے والوں میں گروہوں کی تقسیم کس طرح ہوئی تھی، اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا احتیاط برتی تھی اور مہاجرین حبشہ سے بہت لوگ مدینہ میں اسلامی غلبہ ہونے کے بعد بھی کیوں جلد نہ آئے ان مہاجرین میں کن

Marfat.com

رجحانات کے لوگ تھے اور عہد رسالت میں قرآن اور رسول اللہؐ نے کس طرح ان کے شیرازہ کو متحد رکھا، عہد رسالت کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانوں میں ان گروہوں کے رجحانات کا کیا عالم رہا۔ اور حضرت عثمان کے زمانہ میں کس طرح یہ رجحانات سطح پر آئے، اس کا اندازہ اس حدیث سے ہوسکتا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ فتنہ کا دروازہ ٹوٹ جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے حدیث کے راوی سے پوچھا کہ یہ دروازہ ٹوٹے گا یا کھلے گا۔ اور جب راوی حدیث نے بتایا کہ دروازہ ٹوٹ جائے گا، اور فتنہ کا سیلاب اسلام میں داخل ہو جائے گا۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا کہ اگر دروازہ "کھلتا" تو اس کے بند ہونے کی امید تھی۔ لیکن اگر دروازہ "ٹوٹتا" ہے، تو اس کے بند ہونے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

حضرت عثمان کی شہادت سے یہ دروازہ ٹوٹ گیا اور فتنوں کے لئے اندر آنے کا راستہ مل گیا۔

بی بی عائشہ اور حضرت علی کے جو اختلافات عثمان کی شہادت کے بعد رونما یاں ہوگئے ان کا پس منظر سمجھنے کے لئے تو تاریخ کے مذکورہ بالا واقعات تفصیل سے پیش ہونے چاہئیں۔ لیکن ان سب کو صرف اتنے اشارات کے بعد مصلحتاً نظر انداز کرتے ہیں، اور پس منظر میں صرف وہ چند واقعات پیش کرتے ہیں، جن کو خواص کے علاوہ عوام بھی سمجھ سکتے ہیں، اور جن کے اختلاف و تصادم کا اندیشہ کم ہے۔

اس سلسلہ میں یہ بحث حدیث افک سے شروع کی جاسکتی ہے بی بی عائشہ کے دل میں اس وقت سے خاص طور سے حضرت علیؓ کے متعلق دل میں میل آگیا تھا، دل میں خلش پیدا ہوگئی تھی جس کا مظاہرہ عہد رسالت میں ممکن

Marfat.com

نہ تھا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات درمیان میں تھی حضرت علی، رسول اللہ کے اتنے پیارے تھے کہ ان کی پیاری بیوی بھی حضرت علی کے خلاف زبان نہیں کھول سکتی تھیں، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر کے زمانوں میں چونکہ حضرت علی کا اقتدار بہت کم تھا، اور یہ دونوں خلیفہ اتنے مضبوط تھے کہ بی بی عائشہ کو اجازت بھی نہ دیتے اور بی بی عائشہ کے لئے مخالفت کا کوئی قرینہ ہی تھا اس لئے وہ کوئی مخالفانہ مظاہرہ نہ کرسکیں یا یہ کہیئے۔ کہ انھوں نے ضرورت ہی نہ سمجھی۔ حضرت عثمان کے زمانہ میں حضرت علی کی مخالف پارٹی ہر طرف کلیدی جگہوں پر قبضہ کر رہی تھی، اس لئے بی بی عائشہ کو مخالفت کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ بنی امیہ اس عہد میں خصوصاً اس دور کے آخر میں تو بنی امیہ کا پلان ہی یہ تھا کہ حکومت و اقتدار اب بنی امیہ سے نکلنے نہ پائے ابوسفیان نے تو حضرت عثمان کے خلیفہ بنتے ہی ان کو یہ مشورہ دیا کہ اب حکومت کو ایسے طریقے پر چلا جائے کہ بنی امیہ میں ہی اقتدار برقرار رہے، اس وقت حضرت عثمان نے ابوسفیان کا مشورہ رد کر دیا تھا لیکن بنی امیہ کے دوسرے لوگوں نے حضرت عثمان کے اس فیصلہ کے باوجود ابوسفیان کے مشورہ پر عمل کیا، اور حقیقت یہ ہے کہ ان ہی لوگوں نے حضرت عثمان کو بدنام بھی کرایا۔ اور ان کے قتل کا باعث بھی ہوئے۔ حضرت عثمان کو مدینہ میں اتنا ہر دلعزیز بنا دیا کہ جب حضرت عثمان کے مکان کا مخالفوں نے محاصرہ کرلیا تو مدینہ کے انصار و مہاجرین اس حصار کو نہ توڑ سکے، حضرت علی نے حضرت عثمان کی حفاظت کے انتظامات کئے بھی مگر ان کے مخالفین نے ناکام بنا دیا۔ بعض صحابہ نے اگر حضرت عثمان کے حق میں آواز اٹھائی بھی تو دوسرے صحابہ نے اس آواز کو دبا دیا۔

حضرت عثمان کی غیر ہر دلعزیزی کا اندازہ اس سے ہوگا کہ شہادت کے بعد بھی تیسرے دن اور وہ بھی رات کی تاریکی میں ان کو دفن کیا جا سکا مزید یہ کہ ان کو جنت البقیع میں دفن نہیں کیا جا سکا بلکہ یہودیوں کے قبرستان میں دفن کیا۔ اس زمین کو بعد میں عہد معاویہ میں درمیان کی دیوار گرا کر جنت البقیع میں شامل کیا گیا۔ تاکہ حضرت عثمان کی قبر اس میں آجائے۔

بہر کیف واقعہ افک کے بعد سے حضرت عثمان کی شہادت تک بی بی عائشہ کے لیے کھلی مخالفت کا کوئی سبب پیدا نہیں ہوا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس دور میں بی بی عائشہ کا دل صاف تھا۔ بعض واقعات ایسے کتابوں میں موجود ہیں۔ جن سے دل کے اس بخار کا شبہ محدثین و مورخین کو ہوا ہے۔

بخاری کے ابواب الامامہ اور کتاب المغازی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت کے متعلق احادیث ہیں۔ جن میں بتایا گیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض بڑھ گیا۔ تو اس وقت وہ بی بی عائشہ کی کوٹھری میں جانا چاہتے تھے، مگر چلنے کی طاقت نہیں تھی لہٰذا ان کو دو آدمی سہارا دے کر لے گئے، اس حدیث کو روایت بی بی عائشہ سے ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "عباس اور ایک دوسرا آدمی لے جا رہے تھے۔

اس روایت میں عائشہ سے نیچے کے راوی عبید اللہ ہیں۔ انھوں نے اس حدیث کو ابن عباس سے بیان کیا۔ تو ابن عباس نے بتایا کہ عائشہ نے جس دوسرے آدمی کا نام نہیں بتایا۔ وہ علی بن ابی طالب ہیں۔ حدیث کا متعلقہ ٹکڑا حسب ذیل ہے۔

فاخبرت عبد الله بالذی قالت عائشة فقال لی عبید الله ابن عباس هل تدری من الرجل الآخر الذی لم تسم عائشة قلت لا قال ابن عباس هو علی ابن ابی طالب۔

عبید اللہ نے کہا میں نے عبداللہ کو بتایا کہ عائشہ نے ایسا کہا تو عبداللہ ابن عباس نے کہا تم جانتے ہو کہ وہ دوسرا آدمی کون تھا جس کا نام عائشہ نے نہیں لیا۔ کہا میں نے میں نہیں جانتا۔ ابن عباس نے کہا کہ وہ علی ابن ابی طالب تھے،

اس حدیث میں بی بی عائشہ نے رسول اللہ کو سہارا دینے والے "دوسرے آدمی" کا نام جو نہیں بتایا تو اس پر محدثین نے چہ میگوئیاں کی ہیں بعض نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ بی بی عائشہ کے دل میں حضرت علی کے لئے بعض ایسے جذبات مخالفانہ تھے کہ ان کے زیر اثر انھوں نے حدیث میں ان کا نام لینا گوارا نہیں کیا۔ بلکہ "دوسرا شخص" کہہ کر اس دوسرے آدمی کے لئے ابہام پیدا کر دیا۔

ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں ابواب الامامۃ والی روایت میں "قال هو علی بن ابی طالب" پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے۔

هذا دلالة ما علی من دقائقه هذه الذی لم یفطن له احد ممن تکلم علی حدیث عائشة لا تعجب فقد ذهب جمیع ملازمی اسحاق فی المغازی عن الزهری وکنها الا فقد وهی ثقة حافظ۔

اسماعیلی نے عبدالرزاق سے اور انھوں نے معمر سے آثار روایت میں بڑھایا ہے لیکن عائشہ اپنے دل میں اس (علی) کے متعلق اچھا نہیں رکھتی تھیں اور ابن اسحاق نے مغازی میں زہری سے روایت کیا ہے لیکن وہ (عائشہ) اسکا (یعنی علی) کا ذکر خیر کے ساتھ نہیں کر سکتی تھیں

کرمانی نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ یہ اضافہ ان کے علم میں نہیں اور عائشہ کے متعلق یہ سوء ظنی صحیح نہیں۔ انھوں نے یہ تشریح کی کہ عائشہ نے دوسرے آدمی کا نام

Marfat.com

اس لئے نہیں دیا ہے کہ راستہ میں عباس بن عبد المطلب تو قائم رہے مگر دوسری طرف کا آدمی بدلتا رہتا تھا۔ کبھی اسامہ سہارا دیتے تھے، کبھی فضل، اور کبھی علی۔ لیکن آگے ابن حجر لکھتے ہیں کہ عائشہ نے دوسرے آدمی کے متعلق جو ابہام پیدا کیا ہے ابن عباس کی تشریح اس کی مذکورہ بالا توجیہات کے خلاف ہے کیونکہ ابن عباس کی تشریح سے ثابت ہوتا ہے کہ علی راستہ بھر حضور کو سہارا دے رہے تھے لہذا یہ دعویٰ غلط ہے کہ عباس تو ساتھ رہے اور دوسری طرف آدمی بدلتا رہا۔

ہم اس روایت کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرنا نہیں چاہتے عماد المطلب تو صرف اتنا ہے کہ ایسے محدثین بھی ہیں جن کا خیال ہے کہ بی بی عائشہ کے دل میں حضرت علی کے متعلق کدورت تھی۔

صحیح مسلم میں بھی جو روایات ہیں ان سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ بی بی عائشہ کے دل میں کدورت تھی۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ کدورت کیسے پیدا ہوئی، اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ جب بی بی عائشہ پر غزوۂ مریسیع میں تہمت کا واقعہ پیش آیا تھا۔ اور منافقین کے پروپیگنڈے کے ساتھ بعض صحابہ بھی ملوث ہو گئے تھے حضرت علی کا رویہ بی بی عائشہ کے نزدیک قابل اطمینان نہیں تھا۔

یہ صحیح ہے کہ حضرت علی اس پروپیگنڈے میں شریک نہیں تھے مگر انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مشورہ دیا تھا، اس سے بی بی عائشہ کو غلط فہمی ہو گئی ہے، یہ مشورہ اس وقت دیا گیا تھا۔ جب اس تہمت کے واقعہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت پریشان کر رکھا تھا۔ ادھر بی بی عائشہ کو دن رات رونے سے کام تھا۔ اور سبھی صحابہ بہت پریشان تھے۔ ایسے وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے مشورہ کیا

Marfat.com

حضرت علی نے رسول اللہ کی بیحد پریشانی اور رنج کو دیکھ کر بقول بی بی عائشہ مشورہ دیا:۔

ما علی فقال یا رسول اللہ	اب رہے علی تو انھوں نے کہا یارسول اللہ
ما ضیق اللہ علیک والنساء	آپ پر اللہ نے اس بارے بہت تنگی نہیں کی
سواہ. واکثر وسل الجاریۃ	ہے اور عورتیں اس کے سوا اور بہت ہیں۔
تصدقک فقالت فدعا رسول	اور آپ لونڈی سے پوچھ لیجئے وہ سچ سچ
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بریرۃ	کہدیگی۔ (عائشہ نے) کہا پس رسول اللہ
فقال ای بریرۃ ھل رایت من	صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو بلایا۔ اس
شیٔ یریبک فقالت لہ بریرۃ والذی	سے کہا اے بریرہ کیا۔ تو نے کوئی مشتبہ بات
بعثک بالحق ما رایت علیھا	دیکھی ہے، بریرہ نے جواب دیا، اس خدا کی
امرا قط اغمصہ غیر انھا جاریۃ	قسم جس نے تم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا۔
حدیثۃ السن تنام عن عجین	میں نے کبھی ایسی بات نہیں دیکھی سوائے اس
اھلھا فتاتی الداجن فتاکلہ	کے کہ یہ نو عمر لڑکی ہے خمیر کو چھوڑ کر سو جاتی
قالت فقام رسول اللہ صلی اللہ	ہے، اور بکری آکر کھا جاتی ہے پھر عائشہ نے
علیہ وسلم من یومہ فاستعذر	کہا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
من عبد اللہ بن ابی وھو علی المنبر	کھڑے ہو کر منبر پر فرمایا کہ میں عبداللہ بن ابی
فقال یا معشر المسلمین من	سے حق ہوں، اس آدمی سے مجھے کون نجات
یعذرنی من رجل قد بلغنی	دلائے گا جو میرے اہل کے بارے میں تکلیف
اذاہ فی اھلی واللہ ما	پہنچاتا ہے حالانکہ میں اپنے اہل کے متعلق
علمت علی اھلی الا خیرا....	سوائے خیر کے کچھ نہیں جانتا۔

اس حدیث میں حضرت علی کا مشورہ قابل توجہ ہے، اس پر بھی مدعین کا

Marfat.com

اختلاف ہے کہ یہ مشورہ بی بی عائشہ کے حق میں تھا۔ یا مخالفت میں اصل
بین تھا جو نہ مخالف تھا نہ موافق۔

جو لوگ حضرت علی کے اس مشورہ کو مخالفانہ قرار دیتے ہیں۔ ان
نزدیک الفاظ کے معنی یہ ہیں کہ اے رسول اللہ آپ کے لئے اور بہت عورتیں
ہیں کسی سے نکاح کر سکتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں رسول اللہ کو حضرت علی
ترغیب دی کہ عائشہ کو چھوڑ دیجئے۔ اور اس کی بجائے کسی دوسری عورت سے نکاح

جو لوگ اس مشورہ کو عائشہ کی موافقت میں قرار دیتے ہیں، ان کا
مطلب یہ ہے کہ اللہ نے عورتیں تو بہت پیدا کی تھیں اور ان کے انتخاب میں
تنگی نہیں تھی، اس کے باوجود آپ کے لئے اللہ نے عائشہ کو منتخب کیا تھا (اس
البتہ مناسب نہیں) آپ لونڈی سے (جو عائشہ کے ساتھ تھی ہے)، پوچھ لیجئے
اس خیال کی تصدیق کر دیگی، مثلاً مرزا حیرت دہلوی نے بخاری کا جو ترجمہ کیا ہے
میں اس حدیث کے ذیل میں یہ نوٹ دیا ہے۔

"اس سے حضرت علی کا حضرت عائشہ کی برائی مقصود نہیں بلکہ
ان کی بریت بیان کرنا مقصود ہے، کیونکہ باوجود کثیر عورتیں
ہونے کے جب اللہ نے اپنے رسول کے واسطے عائشہ کو پسند کیا
تو معلوم ہوا وہ سب سے بری ہیں"

جو لوگ تیسرا نقطۂ نظر رکھتے ہیں، وہ حدیث کے الفاظ کے پیش
کہ حضرت علی نے تہمت کے متعلق کوئی رائے اثبات یا نفی میں نہیں دی
اس پر زور دیا کہ لونڈی جو ساتھ رہتی ہے اس سے تحقیق کیجئے، اس کی شہ
اہم ہوگی۔ اور اگر تحقیق میں تہمت صحیح ثابت ہو تو آپ کے لئے پریشا
ضرورت نہیں، عورتوں کی آپ کے لئے کوئی کمی نہیں۔

Marfat.com

ہمارے نزدیک آخر الذکر نقطۂ نظر صحیح ہے، حضرت علی کے لیے بی بی
عائشہ کی مخالفت و موافقت کا کوئی سوال نہیں تھا، ان کے پیش نظر رسول اللہ
کی پریشانی کا مسئلہ تھا لہٰذا انھوں نے عورتوں کی کثرت کا ایک عام واقعہ
بطور اصول بیان کرکے لونڈی سے تحقیق کرنے کا نہایت صائب اور غیر جانبدارانہ
مشورہ دیا۔

لیکن نتائج کے اعتبار سے حضرت علی کا مشورہ بی بی عائشہ کی موافقت
میں ثابت ہوا۔ کیونکہ بریرہ سے تحقیقات کے بعد سے ہی رسول اللہ کا رویہ
اس بارے میں بدل گیا۔ یہ تبدیلی بی بی عائشہ کے حق میں تھی، مثلاً رسول اللہ
نے بریرہ کا بیان لینے کے بعد ہی منبر پر کھڑے ہوکر عبداللہ بن ابی اور دوسرے
منافقین کی شکایت کی، اور اس کے بعد ہی آپ نے بی بی عائشہ کے پاس بیٹھ کر
وہ سب باتیں کیں جن کے نتیجہ میں ان کی برأت کے لیے وحی آئی ورنہ حضرت علی کے
مشورہ اور بریرہ سے تصدیق سے قبل رحضور عائشہ سے کلام کرتے تھے۔ اور نہ
قریب جاکر بیٹھتے تھے۔

حدیث کے بعض قابل ذکر پہلو

چونکہ حضرت علی اور بی بی عائشہ کے اختلافات پر اس حدیث کے سلسلہ
میں محدثین نے متضاد مگر اہم باتیں کہی ہیں اس لیے یہاں قدرے تفصیل درکار ہے

پہلی بات تو یہ جاذب توجہ ہے کہ حضرت علی کے جو جملے حدیث میں شامل
ہیں کی راوی بی بی عائشہ ہیں، مگر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ بی بی عائشہ نے حضرت علی
کے یہ جملے کس سے بعض حدیث کے متن میں یا اور کسی روایت میں یہ نہیں بتایا گیا۔
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی عائشہ کو بتایا کہ میں نے علی سے ایسا

پوچھا تو انھوں ایسا جواب دیا۔

نیز یہ کہ یقین کے ساتھ نہ سہی تاہم اغلب گمان کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ نے حضرت علی سے یہ مشورہ بالکل خلوت میں کیا ہوگا۔ لہٰذا یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ بی بی عائشہ کو حضرت علی کے فقرے تک معلوم ہو گئے حد ہیں جو فقرات حضرات علی کے ساتھ منسوب کئے گئے ہیں، ان کے الفاظ کی اس لئے اہمیت ہے کہ الفاظ کے معنی ہی پہنا کر مختلف مطلب نکال رہے ہیں۔ حدیث کے اس پہلو پر مفصل بحث درکار ہے۔

دوسری اہمیت یہ ہے کہ بخاری نے اس حدیث کے ساتھ ایک ا روایت بھی اسی باب میں لکھی ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بنی امیہ نے ا حدیث کے مبہم الفاظ سے فائدہ اٹھا کر حضرت علی کو بدنام کرنے کی کوش کی۔ بخاری کی یہ حدیث ملاحظہ ہو۔

حدثنی عبد اللہ ابن محمد قال اعلی علی ھشام ابن یوسف عن حنظلہ قال اخبرنا معمر عن الزھری قال قال لی الولید بن عبد الملک ابلغک ان علیا کان فیمن قذف عائشہ قلت لا لکن قد اخبرنی رجلان من قومک ابو سلمہ بن عبد الرحمن و ابو بکر بن عبد الرحمن بن الحارث ان عائشہ رضی اللہ عنہا قالت لھا کان علی

عبد اللہ بن محمد نے روایت کیا کہ ہم ابن یوسف نے اپنی یاد سے کہا کہ معمر زہری سے ہم کو بتایا کہ انھوں نے کہا کہ سے ولید بن عبد الملک نے پوچھا کیا معلوم ہوا کہ عائشہ پر تہمت لگانے والے میں علی بھی تھے، میں نے بھی کہا کہ بلکہ مجھے تیری قوم کے دو آدمیوں بتایا جن کے نام ابو سلمہ بن عبد ال بن الحارث ہیں کہ ان سے عائشہ رضی عنہا نے کہا کہ علی میرے معاملہ میں

Marfat.com

سلما فی شانها فرجعوا فلم یرجع وقال سلما لا شک فیه وعلیه وکان فی الحدیث کفالک	تھے وہ واپس ہوئے اور وہ پھر لوٹ کر نہیں گیا۔ اس میں شک نہیں کہ انھوں نے خاموش کہا تھا..... الخ

اس کے بعد بخاری میں ایک اور حدیث اسی باب میں ہے، اسے بھی سامنے رکھئے، تاکہ معاملہ فہمی میں آسانی ہو، اس حدیث کے صرف ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے:۔

سروق بن الاجاع کہتے ہیں۔ مجھ سے ام رومان نے جو عائشہ کی ماں ہیں۔ حدیث بیان کی۔ وہ کہتی ہیں اور عائشہ بیٹھے تھے کہ ایک انصاری عورت آئی اور کہنے لگی، خدا فلاں کرے۔ ام رومان نے کہا۔ یہ کیا بات تو نے کہی، وہ بولی میرا بیٹا بھی تہمت لگانے والوں میں ہے، ام رومان نے کہا تہمت کا کیا قصہ ہے اس نے تمام قصہ بیان کیا، عائشہ نے پوچھا۔ کہ رسول اللہ نے بھی یہ بات سنی ہے، وہ بولی ہاں۔ عائشہ بیہوش ہو کر گر پڑیں۔ ہوشیار ہوئیں تو انھیں کپکپی کا بخار چڑھ رہا تھا میں نے عائشہ پر کپڑے ڈال دیئے اور اسے دھانک دیا رسول اللہ عائشہ کو زلزلہ کا بخار چڑھا ہوا ہے، رسول اللہ نے فرمایا شاید عائشہ کو اس ذکر کے سننے سے جو لوگ کہتے ہیں بخار آگیا، میں نے کہا ہاں، عائشہ اٹھ بیٹھی اور بولی بخدا اگر میں قسم بھی کھاؤں تو تم میری تصدیق نہ کرو گے اور اگر میں اپنا عذر بیان کرتی ہوں تو میرا عذر نہ سنو گے، میری اور تمہاری مثال یعقوب اور اس کے بیٹوں کی سی ہے جبکہ یعقوب نے واللہ المستعان علی ما

Marfat.com

تصوف کہا یعنی اللہ سے ہی تمہاری باتوں پر مدد مانگی جا سکتی ہے، اُم رومان کہتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے اور کچھ جواب نہ دیا۔ پھر اللہ نے عذر اتارا تو عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ میں اللہ ہی کا شکر ادا کرونگی، نہ آپ کا نہ اور کسی کا۔ مجھ پر اس برئیت کا شکر لازم ہے"۔

(اوپر صرف دو روائتیں بخاری سے نقل کی ہیں اور تیسری بہت ہی طویل روایت کا وہ حصہ نقل کیا ہے، جس سے حضرت علی کے مشورہ کا تعلق ہے۔

اس حدیث کی روایتوں میں تضاد پائے جاتے ہیں، مثلاً بی بی عائشہ سے جو روایت مروی ہے اس پر بی بی عائشہ فرماتی ہیں کہ جب میں نے قرآن کی آیت یعقوب اور ان کے بیٹوں والی رسول اللہ کو سنائی تو رسول اللہ اٹھنے نہ پائے کہ میری برأۃ کے متعلق وحی آگئی، لیکن ام رومان والی روایت میں ہے کہ بی بی عائشہ نے جب یہ آیت سنائی تو رسول اللہ بغیر کوئی جواب دیئے، باہر چلے گئے اور پھر جب وحی کے ذریعہ برأۃ آئی تو ..... وغیرہ وغیرہ۔

دونوں روائیتوں میں رسول اللہ کا طرز عمل نہایت بے لاگ، صاف اور پرزور الفاظ میں بتایا گیا ہے، بی بی عائشہ فرماتی ہیں۔

فوالله ما رام رسول الله صلى الله عليه وسلم مجلسه ولا خرج احد من اهل البيت حتى انزل عليه فاخذه ما كان يأخذه من البرحاء حتى اخذ لا يجد منه العرق مثل الجمان وهو في يوم شتان

پس اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے نہ اٹھنے پائے اور نہ کوئی اور گھر سے باہر جانے پایا۔ اہلبیت میں سے کہ آپ پر وحی اتری اور شدت آپ پر نزول وحی کے وقت ہوا کرتی تھی، وہ ہوئی اور وحی کے بوجھ سے پسینہ موتیوں کی طرح

من ثقف اهول التی انزل
علیہ قالت خیری عن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وھو یفلی
فکانت اول کلمۃ تکلمھا ان
قال یا عائش اما اللہ قد برأک
قالت فقالت لی امی قومی الیہ ... الخ

ٹپکنے لگا حالانکہ وہ سردی کا دن تھا پھر وہ
سختی دور ہوئی تو آپ اس حالت سے بنتے
ہوئے اٹھے پس پہلی بات جو آپ نے کہی یہ تھی
کہ اے عائشہ اللہ نے تجھے بری کر دیا ہے، بی بی
عائشہ فرماتی ہیں تو میری ماں نے مجھ سے
کہا اٹھ اور رسول اللہ کا شکر ادا کر ... الخ

اس روایت میں کتنی وضاحت کے ساتھ بی بی عائشہ نے کہا ہے، کہ یعقوب اور ان کے بیٹوں کے متعلق آیت پیش کیے جانے کے بعد نہ کوئی اٹھا نہ رسول اللہ اپنی جگہ سے ہٹے اور نزول وحی شروع ہو گیا، لیکن ام رومان والی روایت میں بھی اتنا ہی واضح ہے کہ رسول اللہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور باہر چلے گئے فقالت والصرف ولم یقل شیئاً، یہ تضاد ان حدیثوں کو مشتبہ بنا دیتا ہے اس کے باوجود کہ یہ بخاری میں ہے، بخاری کی "صحیح" حدیثوں کے متعلق یہ تشریح کی جا چکی ہے کہ وہ امام بخاری کے مقرر کردہ معیار پر پوری اترتی ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ بخاری کی ہر حدیث روایتاً بھی صحیح ہو، روایت اور درایت سے بسا اوقات مختلف نتائج نکلتے ہیں۔ درایت اور روایت کو جھٹلا دیتی ہے

بخاری کے باب کے عنوان سے بھی یہ ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ بخاری کو روایت قبول کرتے وقت اس سے کوئی مطلب نہ تھا کہ درایت کے لحاظ سے روایت کا کیا مرتبہ ہے اگر دو بالکل مختلف یا متضاد بیانات بھی ملتے ہیں تو بخاری ان بیانات کو اپنی "صحیح" کے لیے قبول کر لیتے ہیں، بشرطیکہ یہ بیانات ان کے معیار پر پورے اترتے ہوں، بسا اوقات جن بیانات کو وہ معیار پر پورا نہیں پاتے ان کو کتاب کے عنوان میں لے آتے ہیں۔ یہ تہمت کا واقعہ غزوہ مریسیع میں پیش آیا تھا۔

Marfat.com

باب کے عنوان میں امام بخاری لکھتے ہیں (وقال ابن اسحٰق غزوۃ بنی المصطلق سنۃ ست وقال موسیٰ بن عقبہ سنۃ اربع) ابن اسحٰق نے کہا کہ یہ واقعہ ۶ھ اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ ۴ھ میں پیش آیا۔

چونکہ بخاری نے ۵ھ باب کے عنوان میں لکھا ہے لہذا ابن حجر نے فتح الباری میں یہ تصریح کر دی ہے کہ ابن عمر سے بخاری نے جہاد کے بیان میں روایت کیا ہے کہ انہ غزا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی المصطلق فی شعبان سنۃ اربع (عبداللہ بن عمر نے بنی المصطلق کے غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی، اور یہ شعبان ۴ھ میں ہوا) الغرض اس غزوہ کے سال کے متعلق بہت اختلاف ہے ۴ھ ۵ھ اور ۶ھ مختلف روائتوں میں ہیں۔ ان اختلافات سے بھی روایت میں ایک قسم کی کمزوری ہے۔

ایک اور اہم اختلاف بھی ملاحظہ ہو۔ امام بخاری کی اس روایت کے لحاظ سے یہ افک کا واقعہ شعبان ۴ھ میں ہوا، لیکن شعبان ۴ھ میں یہ واقعہ کیونکر ہو سکتا ہے جب کہ آیہ حجاب ذی قعدہ ۵ھ میں نازل ہوئی تھی اس حدیث میں بی بی عائشہ نے بتایا ہے کہ یہ واقعہ آیہ حجاب کے نزول کے بعد کا ہے، کیونکہ جب وہ لشکر کے پیچھے رہ گئی تھیں تو صفوان نے انہیں سوتے ہوئے پہچان لیا کیونکہ آیہ حجاب سے قبل وہ دیکھ چکا تھا۔ بخاری کی حدیث کا یہ ٹکڑا ملاحظہ ہو۔

فبینا انا جالسۃ فی منزلی غلبتنی	اس طرح میں اپنی جگہ بیٹھی تھی مجھ پر نیند
عینی فنمت وکان صفوان بن المعطل	غلبہ ہوا تو سو گئی۔ صفوان بن المعطل
السلمی ثم الذکوانی من وراء الجیش	ثم ذکوانی جو لشکر کے پیچھے رہتا تھا، میرے
فاصبح عند منزلی فرای سواد انسان	قریب پہنچا اور سوتے آدمی کا سایہ دیکھ
نائم فعرفنی حین رآنی وکان	اس نے مجھے پہچان لیا جب اس نے مجھے

Marfat.com

وكان رانى قبل الحجاب فاستيقظت
باسترجاعه حين عرفنى فخمرت وجهى
منه وواللہ ما يكلمنا بكلمة
ولا سمعت منه كلمة غير استرجاعه
وهوى حتى اناخ راحلته فوطئ
على يدها فقمت اليها فركبتها
فانطلق يقود بى الراحلة حتى
اتينا الجيش موغرين فى نحر
الظهيرة ..... الخ

کیونکہ اس نے مجھے پردہ کا حکم آنے سے قبل
دیکھا تھا اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون
پڑھا جس سے میں بیدار ہوگئی اور اپنی چادر
سے منہ چھپا لیا۔ اس سے کوئی بات کی اور
نہ انا للہ وانا الیہ راجعون کے علاوہ کوئی
بات اس سے سنی۔ صفوان نے اتر کر اور اپنی
سواری کو بٹھا کر اس کے اگلے پاؤں باندھ
دئے میں اٹھ کر اس پر سوار ہوگئی صفوان
سواری کو کھینچتا ہوا چلا یہاں تک کہ ہم لشکر
میں پہنچ گئی، گرمی میں بوقت دوپہر۔

بی بی عائشہ کا اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ پردہ کی آیت نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے، پھر یہ شعبان ۵ھ میں کیسے پیش آسکتا ہے؟ پردہ کی آیت زینب بنت جحش کے نکاح کے وقت یا اس کے بعد جلد ہی نازل ہوئی تھی اور یہ نکاح طبری کے مطابق ۵ھ میں ہوا تھا۔ ابن حجر عسقلانی نے بھی بخاری کی "کئی جماع کے بعد ایک غسل" والی حدیث کی شرح میں زینب بنت جحش کا نکاح ۵ھ میں ہی بتایا ہے۔ طبری نے بی بی عائشہ کی تہمت کا واقعہ حدیث افک، ۶ھ کا بتایا ہے، اگر ۶ھ کا واقعہ اسے تسلیم کرلیں تو جس تضاد کی طرف ہم توجہ دلا رہے ہیں۔ وہ ختم ہو جائے گا اور بی بی عائشہ کی یہ روایت کا یہ فقرہ کہ صفوان نے مجھے نزول حجاب سے پہلے دیکھا تھا ٹھیک ہو جائے گا۔ مگر تعجب ہے کہ امام بخاری نے باب کے عنوان میں اور عبداللہ بن عمر والی روایت میں ۵ھ کو کیوں قبول کیا۔ انھوں نے ۶ھ کا بھی تذکرہ کیا اور بعض محدثین

Marfat.com

ساری اہمیت اسی کو دیدی۔

ایک اور عجیب تضاد ہے، بی بی عائشہ والی طویل روایت میں بتایا گیا ہے کہ تہمت کی خبر بی بی عائشہ کو ام مسطح سے پہلی بار معلوم ہوئی جبکہ یہ دونوں جنگل میں رفع حاجت کے لیے گئی تھیں، وہاں سے واپسی کے دوران ام مسطح نے اپنے بیٹے کو برا بھلا کہا اس پر بی بی عائشہ نے ٹوکا کہ مسطح بدری ہے اور تم اس کو اس طرح برائی کرتی ہو! ام مسطح نے کہا تجھے خبر بھی ہے کہ وہ کیا کہتا پھرتا ہے، میں نے پوچھا کیا کہتا ہے، ام مسطح تہمت کی بات بتا چکی تو عائشہ گھر آئی تو اس کی بیماری خطرناک ہو گئی۔

اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ بی بی عائشہ کو یہ خبر بہت سے پہلے ام مسطح سے ملی، لیکن ام رومان والی حدیث میں بتایا گیا ہے، کہ ایک انصاری عورت سے سب سے پہلے خبر ملی، ملاحظہ ہو، اس حدیث کا یہ متعلقہ حصہ

"مسروق بن الاجدع کہتے ہیں، مجھ سے ام رومان نے جو عائشہ کی ماں ہیں۔ حدیث بیان کی۔ وہ کہتی ہیں، میں اور عائشہ بیٹھے تھے کہ ایک انصاری عورت آئی اور کہنے لگی کہ خدا فلاں کے ساتھ برائی کرے، ام رومان نے کہا اس کا مطلب کیا؟ وہ بولی میرا بیٹا بھی تہمت لگانے والوں میں شامل ہے، ام رومان نے پوچھا تہمت کا کیا واقعہ ہے اس نے تمام قصہ بیان کیا، عائشہ نے پوچھا کیا رسول اللہ نے بھی یہ بات سنی ہے، وہ بولی ہاں۔ عائشہ بے ہوش ہو کر گر پڑیں"

واضح رہے کہ ام مسطح انصار عورت نہیں تھیں۔ خود بی بی عائشہ والی طویل حدیث میں ام مسطح کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے۔

Marfat.com

"جو ابی وہم بن عبد المطلب بن مناف کی بیٹی ہیں۔ اور ام مسطح کی ماں صخر بن عامر کی بیٹی ہیں جو ابو بکر کی خالہ تھیں۔ ان کا بیٹا مسطح اثاثہ بن عباد بن عبد المطلب کا بیٹا ہے۔"

ظاہر ہے کہ ام مسطح اور ایک انصاریہ میں بہت فرق ہے اور حدیث میں اس بارے میں بھی تضاد ہے۔

اس حدیث میں حضرت علی نے جو مشورہ بی بی عائشہ کے معاملہ میں رسول اللہ کو دیا تھا اس میں حدیث کے متن کا ترجمہ کرنے والوں نے بھی۔ ایک غلط فہمی پیدا کر دی ہے، عائشہ والی طویل حدیث میں بتایا گیا ہے، کہ رسول اللہ نے حضرت علی کے ساتھ اسامہ بن زید سے بھی مشورہ کیا تھا۔ غالباً ان دو آدمیوں کو مشورہ کے لئے منتخب کرنے کا سبب یہ تھا کہ یہ دونوں رسول اللہ کے معتمد علیہ بھی تھے اور دونوں کا رسول اللہ کی گھریلو زندگی سے خاص تعلق تھا حضرت علی سے جو گہرا تعلق تھا وہ کسی تصریح کا محتاج نہیں، لیکن اسامہ بھی گھر کے ہی آدمی تھے اور محبوب رسول تھے، وہ زید بن حارثہ کے بیٹے تھے جو حضور کے آزاد کردہ غلام تھے اور منہ بولے بیٹے کہلاتے تھے نیز انکی ماں برکہ رسول اللہ کی کھلائی تھیں۔

حدیث میں عائشہ بتاتی ہیں کہ "فاما اسامۃ فاشار علی رسول اللہ....." تو اسامہ نے رسول اللہ کو مشورہ دیا کہ وہ.... ان کی بیوی کے متعلق سوائے نیکی کے اور کچھ نہیں جانتے....." واما علی فقال یا رسول اللہ ..... الخ حدیث کے اس فقرہ میں "واما" کا ترجمہ اگر لیکن سے کر دو۔ تو پڑھنے والے پر یہ اثر پڑتا ہے کہ حضرت علی کا مشورہ اسامہ کے مشورہ کے خلاف تھا یا کم از کم ایسا مفہوم تھا۔ جو بی بی عائشہ کے مفاد کے خلاف تھا۔ لیکن اگر "واما علی"

کا ترجمہ یہ کیا جائے کہ "اب رہے علی تو انھوں نے کہا...." تو حضرت علی کی پوزیشن ایک غیر جانبدارانہ مشیر کی سی ہو جاتی ہے، عائشہ کا بیان اسامہ کے مشورہ اور حضرت علی دونوں کے مشورہ کے متعلق حدیث میں "واما" سے ہی شروع ہوتا ہے پھر کوئی وجہ نہیں دونوں جگہ کے ترجموں میں اختلاف کیا جائے

اس تمام بحث کا انجام یہ دکھانا ہے کہ حضرت علی نے عائشہ کے معاملہ میں نہ مخالفت کی نہ موافقت کی بلکہ تحقیقات کا ایک طریقہ بتا دیا اور ساتھ ہی کہہ دیا کہ آپ اتنے پریشان نہ ہوں، آپ کے لئے عورتوں کی کمی نہیں ہے جبکہ حضرت علی کو تہمت کے واقعہ کی حقیقت بالکل نہیں معلوم تھی تو وہ کوئی فیصلہ کن بات کیسے کہتے لہذا آپ نے ایک اصولی بات کہتے ہوئے تحقیقات کا راستہ بتا دیا لہذا لہذا ہمارے خیال میں وہ لوگ بھی غلطی پر ہیں جو حضرت علی کے مشورہ کو مخالفانہ قرار دیتے ہیں اور وہ بھی غلطی پر ہیں جو اس مشورہ کو بی بی عائشہ کے حق میں ثابت کرتے ہیں۔ حدیث میں جو الفاظ حضرت علی کی طرف سے منسوب ہیں، ان کے یہ معنی پہنانا دماغ کی اپج ہے کہ عورتیں دنیا میں بہت تھیں۔ اور آپ کے لئے کوئی تنگی نہیں تھی۔ مگر اس کے باوجود اللہ کے آپ کے لئے عائشہ کو منتخب کیا تھا۔ یہ معنی حضرت علی کے الفاظ سے پیدا نہیں ہوتے

الحاصل حضرت علی کا مشورہ بالکل غیر جانبدارانہ تھا، ہاں یہ ضرور ہے کہ اس مشورہ کا انجام بی بی عائشہ کے لئے مفید ہوا، کیونکہ بریرہ نے عائشہ کے کریکٹر کی تصدیق کر دی اور اس کے بعد فوراً ہی رسول اللہ نے ایسے اقدامات کئے جن سے اندازہ ہوتا تھا کہ ان کا دل عائشہ کے متعلق صاف ہونے لگا۔

ان حدیثوں میں ایک تضاد اور بھی ہے، وہ یہ کہ بی بی عائشہ والی حدیث میں ایک بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ کے پاس آئے اور پوچھنے

Marfat.com

ہے کہ:۔۔۔

"اے عائشہ مجھے تیرے متعلق ایسی اور ایسی خبریں پہنچی ہیں۔ اگر تو بری ہے تو عنقریب اللہ تیرا بری ہونا بیان کر دیگا، اور اگر تجھ سے گناہ ہوگیا ہے، تو اللہ سے اپنی بخشش کی دعا کر اور اس کی طرف رجوع کر کیونکہ جب بندہ گناہ کا اقرار کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ اس پر رجوع ہوتا ہے۔۔۔ الخ"

یہ اتنا اہم واقعہ ام رومان کی حدیث میں نہیں ہے۔ مزید یہ کہ رسول اللہ سے یہ توقع بھی نہیں کی جاتی کہ وہ عائشہ کو اس مرحلہ پر ایسا مشورہ دیتے کیونکہ اس مشورہ کے ساتھ زنا کی حد اور رسول اللہ کے نکاح میں رکھنے کا سوال آتا۔ اگر رسول اللہ کو اس بارے میں وحی کی توقع تھی تو یہ مشورہ بالکل غیر متوقع ہے۔

بہرکیف ولید بن عبدالملک والی حدیث میں بی بی عائشہ کی طرف سے الفاظ ہیں کہ "علی میرے معاملہ میں مسلم رہے"

ایک اور اختلاف ان روایتوں کا قابل ذکر ہے، اور اس لحاظ سے بہت ہی اہمیت رکھتا ہے کہ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ناصبیوں نے حضرت علی کے خلاف کذب و افترا کا کتنا طومار کھڑا کیا تھا۔

یہ اختلاف ولید بن عبدالملک والی حدیث میں ہے، اس حدیث میں ولید بن عبدالملک کہتا ہے کہ علی نے عائشہ پر تہمت لگانے میں تعاون کیا۔ تو راوی نے ولید کو جھٹلایا اور ثبوت میں عائشہ کا یہ قول نقل کیا: "کان علی ممن سکت عنها" (علی تھے خاموش ان کے معاملے میں) حدیث کے اس فقرے "ممن سکت" کا ترجمہ ہم نے "خاموش" کیا ہے۔ لغت کے اعتبار سے اس لفظ کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت علی نے جو مشورہ دیا، وہ عائشہ کے خلاف نہ تھا، لیکن

Marfat.com

اس روایت کے اور بھی طرق ہیں جن میں "مسلماً" کے بجائے "مسیئاً" آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ علی نے جو مشورہ عائشہ کے بارے میں رسول اللہ کو دیا۔ وہ مخالفات تھا جو برائی کے ساتھ دیا گیا تھا اور بری نیت سے دیا گیا تھا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے ان علیاً اساء فی شانہ (علی نے میرے بارے میں بری بات کہی) یہ ہے کہ بعض محدثین نے خود بخاری سے "مسیئاً" میں روایت کیا ہے۔ اس طرح خود بخاری کے ماننے والے محدثین میں اختلاف ہو گیا ہے،

اس اختلاف پر شارح بخاری ابن حجر عسقلانی نے جو رائے ظاہر کی ہے ذرا اس پر بھی غور کیجئے انھوں نے فتح الباری میں اس شرح کرتے ہوئے لکھا ہے

> بعض ناصبیوں نے بنی امیہ کی طرف اس جھوٹ کے ساتھ رجوع کیا، پس انھوں نے تحریف کر دی، عائشہ کے قول میں اور اسے نیا رخ دیدیا۔ یہ انھوں نے جان بوجھ کر علی کی مخالفت کے لئے کیا، پس لوگوں نے اس کو اس وقت تک صحیح جانا جب تک ولید سے زہری نے یہ نہ کہا کہ یہ واقعہ کے خلاف ہے، اللہ اس (زہری) کو جزائے خیر دے اور زہری نے بتایا کہ ہشام بن عبدالملک بھی اسی پر اعتقاد رکھتا تھا۔

اس سے اندازہ ہوگا کہ بخاری کی حدیثوں تک میں غدر پردازوں کی کارگزاری موجود ہے اور بنو امیہ نے کس کس طرح حدیثوں میں ایسا عنصر داخل کیا ہے جو حضرت علی کے خلاف ہے۔

اس سلسلہ کی ابھی اور کڑیاں باقی ہیں، قرآن شریف میں متعدد آیتیں ایسی نازل ہوئی ہیں، جن سے حضرت علی کی مدح کا پہلو نکلتا ہے، قرآن کی بیشتر آیات کی شان نزول حضرت علی کے متعلق ہے، اتنی آیتوں کا نزول کسی بھی صحابی

Marfat.com

کے متعلق نہیں بلکہ بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ جتنی آیات تمام صحابہ کے بارے مجموعی طور سے بھی نہیں آئیں۔ ان تمام آیتوں سے حضرت علی کی عظمت کا ثبوت ملتا ہے۔ اتنی تعداد سنی مفسرین کے نزدیک ہے، شیعہ مفسرین کے نزدیک یہ تعداد اور بھی زیادہ ہے لیکن بی بی عائشہ کے اس قضیہ کے ساتھ جو انہوں نے قرآن کی ایک آیت کو حضرت علی کے خلاف ڈھونڈ نکالی یہ آیت مدینہ کے منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی کے لئے نازل ہوئی تھی مگر بنو امیہ نے حضرت علی پر چسپاں کرنے کی شیطانی کوشش کی تھی۔

قرآن کی یہ آیت حسب ذیل ہے:۔

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ (سورہ نور)	تحقیق تم میں سے ایک گروہ نے بہتان باندھا نہ سمجھو کہ یہ تمہارے لئے برا ہوا بلکہ تمہارے لئے اس میں یہ بھلائی ہوئی کہ (عظمت و عفت کی آیات نازل ہوئیں) جس نے بھی بہتان باندھنے کا گناہ کیا اور جس نے تم میں سے اس گناہ کو فروغ دیا اس کے لئے عذاب عظیم ہے۔

اس آیت میں جس گروہ کی طرف اشارہ ہے اس کے خاص ارکان تھے عبداللہ ابی، زید بن رفاعہ، حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ (حضرت ابوبکر کی خالہ کا بیٹا جو بدری صحابہ میں ہے) حمنہ بن بنت جحش (ام المومنین زینب کی بہن۔ خود زینب عائشہ کی عفت و پاکیزگی پر شہادت دیتی تھیں)

اس آیت سے حضرت علی کا کوئی تعلق نہیں مگر ناصبیوں نے تعلق جوڑ دیا ہے مگر اس شیطانی کام میں ان کو کامیابی نہیں ہوئی، ابن حجر نے فتح الباری میں روایت لکھی ہے جو اس ناصبی الزام کی تردید کرتی ہے

ذکر عند الولید بن عبدالملک ۔۔۔ میں ولید بن عبدالملک کے پاس تھا ایک

Marfat.com

لیلۃ من اللیالی فتلا ھذہ الآیۃ والذی تولی کبرہ منھم لہ عذاب عظیم فقال نزلت فی علی بن ابی طالب قال الزھری فلم یبلغنی ان احدا عاب ذلک علیہ الا ما کان من ابن مرویہ۔

رات اس نے یہ آیت پڑھی والذی تولی کبرہ منھم لہ عذاب عظیم پھر بولا یہ علی بن ابی طالب کے لئے نازل ہوئی زہری نے کہا اللہ امیر کو اصلح کرے، ایسی بات تو نہیں ہے، مجھے عروۃ نے عائشہ سے روایت کی ہے اس نے کہا کہ روایت کی ہے، میں نے کہا عروہ نے عائشہ کی یہ روایت کہی کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی بن سلول کے بارے میں نازل ہوئی ہے،

وذکر ابن مردویہ من وجہ آخر عن الزھری کنت عند الولید بن عبدالملک لیلۃ من اللیالی فھو یقرء سورۃ النور ومستلقیا فلما بلغ ھذہ الآیۃ ان الذین جاؤ بالافک عصبۃ منکم۔ حتی بلغ والذی تولی کبرہ حبس ثم قال یا ابا بکر من تولی کبرہ منھم الیس علی بن ابی طالب قال فقلت فی نفسی ساخا افوالہ لئن قلت لا لقد خشیت ان الفی منہ شرا ثم قلت نعم فقد جئت بامر عظیم

ابن مردویہ نے دوسرے طریقہ سے یوں روایت کیا ہے زہری سے کہ میں ایک رات ولید بن عبدالملک کے پاس تھا۔ اور وہ سورۂ نور پڑھ رہا تھا لیٹا ہوا جب وہ اس آیت پر پہنچا۔ ان الذین جاؤا بالافک عصبۃ منکم یہاں تک کہ جب وہ والذی تولی کبرہ پر پہنچا تو بیٹھ گیا پھر کہنے لگا کہ اے ابا بکر من تولی کبرہ منھم کیا یہ علی بن ابی طالب کے لئے نہیں اتری ہے کیا میں نے دل میں کہا اگر کہتا ہوں نہیں توڑتا ہوں یہ مجھے نقصان پہنچائے اور اگر میں ہاں کہتا ہوں تو بڑے

Marfat.com

لمتنی نفسی لقد هوّن اللہ علی
لصدق حیث افنت لا قال نفسی بہ
نفسہ علی الربیع قال ضم یمنی
تق درق وخدد مراراً فنت لکن
عبداللہ بن ابی۔

کی بات ہوگی۔ پھر اپنے دل میں میں نے کہا
اللہ نے سچائی کو نیکی قرار دیا ہے پس میں
نے نہیں کہہ دیا۔ زہری کہتے ہیں یہ سنکر اس
نے لکڑی کو تخت پر مارا اور کہنے لگا کس کیلئے
کہا کس کیلئے اتری؟ وہ بار بار یہی کہتا رہا میں
نے کہا عبداللہ بن ابی کے لئے۔

اب ہم وفات رسولؐ والی حدیث کی طرف لوٹتے ہیں، جس میں بی بی عائشہ نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو آدمی دو طرف سے پکڑ کر سہارا دے رہے تھے، ایک طرف عباس تھے، دوسری طرف ایک اور آدمی تھا، ابن عباس کو جب بی بی عائشہ کی حدیث روایت کی گئی تو انہوں نے پوچھا کیا تم جانتے ہو یہ دوسرا آدمی جس کا نام نہیں بتایا گیا کون تھا راوی نے جب لاعلمی کا اظہار کیا تو ابن عباس نے بتایا کہ یہ آدمی علی بن ابی طالب تھے۔

سوال یہ ہے کہ بی بی عائشہ نے حضرت علی کا نام کیوں نہیں لیا۔ اس کے سبب پر بعض لوگوں نے یہ رائے دی ہے کہ بی بی عائشہ کے دل میں اوک کے موقع پر حضرت علی کے مشورہ سے حضرت علی کی طرف سے میل آگیا تھا اور جمل کے موقع پر یہ پرانی دشمنی رنگ لائی اور حالات نے انتقام کا موقع دیدیا۔

یہ ہو سکتا ہے کہ اگر حضرت علی کے مشورہ کو غیر جانبدارانہ اور مخالفت موافقت کے بین بین ہی سمجھا جائے، جب بھی بی بی عائشہ کو یہ شکایت ہو سکتی کہ میری موافقت میں مشورہ کیوں نہ دیا۔ بہرحال جنگ جمل میں بی بی عائشہ کے طریق کار کا یہ پس منظر ایک طالب علم کے لئے قابل توجہ ضرور ہے۔

Marfat.com

— ۱۲ —

قصاصِ قتلِ عثمانؓ کی مہم!

حضرت عثمان کی شہادت کا واقعہ اسلام کی تاریخ میں اس لحاظ سے المناک ترین ہے کہ اس کے بعد ایسی خانہ جنگی ہوئی، جس کے اثرات آج تک موجود ہیں اگرچہ اس خانہ جنگی کے لئے حضرت عثمان کے زمانہ میں ہی فضا تیار کر دی گئی تھی اس کا کھلا مظاہرہ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد ہی شروع ہوا

حضرت عثمان کے عہد خلافت کے آخری دور میں بنی امیہ نے نظام اقتدار پر قبضہ کرنے کا پلان بنا لیا تھا اسی منصوبہ بندی نے جو حضرت عثمان کے ایما سے نہ سہی، مگر ان کی کمزوری اور لاپرواہی سے ہوئی تھی ہزاروں مسلمانوں کو حضرت عثمان کی مخالفت پر آمادہ کر لیا اور اسی کے باعث ہزاروں مسلمان جن میں صحابہ کی کثیر تعداد شامل تھے، حضرت عثمان کی دفاع کے لئے نہ کھڑے ہو سکے حالانکہ وہ حضرت عثمان کی شہادت نہیں چاہتے تھے، اور ان کے مرتبہ کے باعث عزت بھی کرتے تھے۔

حضرت عثمان کے سوانح حیات میں یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ اگرچہ باپ اور ماں دونوں کی طرف سے خاندان بنی امیہ سے ہی ان کا تعلق تھا، مگر اُن کی نانی ام حکیم عبد المطلب کی بیٹی تھیں، اس تعلق کے باعث اپنے رہن سہن کے لحاظ سے وہ بنی ہاشم کے اثر میں آگئے تھے اسی لئے وہ تبلیغ رسالت کے ابتدائی مرحلہ میں ہی دائرہ اسلام میں آگئے تھے، حالانکہ بنو امیہ عام طور سے اسلام کی مخالفت کر رہے تھے اسی طرح حضرت عثمان کے دل و دماغ پر دو متضاد اثرات کام کر رہے تھے ایک طرف وہ اموی تھے، اور دوسری طرف بنی ہاشم کے بھی اثرات تھے، اپنے

Marfat.com

عہد حکومت کے ابتدائی دونوں میں انھوں نے اموی اثرات کو بڑی حد تک قبول نہیں کیا۔ مگر آخری دنوں میں اموی قبیلہ کے اکابر نے ان پر پورا قبضہ کر لیا تھا معاویہ، عبداللہ بن ابی سرح، اور مروان وغیرہ اتنے اچھا گئے کہ حضرت عثمان کو یہ خبر بھی نہ ہوتی تھی کہ یہ لوگ کیا غضب ڈھا رہے ہیں متعدد صحابہ خصوصاً حضرت علی نے ان کو متنبہ بھی کیا مگر حضرت عثمان نے اصلاح نہ کی، نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ ان کے قتل پر آمادہ ہو گئے،

اس پروپیگنڈے میں کوئی دم نہیں کہ حضرت عثمان کا قتل صرف سبائی پروپیگنڈے کا نتیجہ تھا، سبائی پروپیگنڈا اتنا موثر نہیں ہو سکتا تھا کہ خاص مدینہ منورہ میں جو اسلام کا مرکز اور حضرت عثمان کا دار الخلافہ تھا اتنے عرصہ تک باغی ان کا حصار کر سکتے اور مدینہ کے مہاجرین و انصار اُن کو حصار سے نہ نکال سکے واقعہ یہ ہے کہ خود مدینہ میں اکثر صحابہ کو حضرت عثمان کے طریق کار نے اتنا مایوس کر دیا تھا کہ وہ زیادہ تر مخالفین یا مذبذبین میں ہو گئے تھے رائے عامہ کی یہ حالت تھی کہ وفات کے کئی روز بعد صرف رات کے اندھیرے میں صرف چند آدمیوں نے بقیع کے قبرستان میں ان کو دفن کیا، بعض روایتوں میں ہے کہ صرف چار یا پانچ آدمی تھے جن میں تین ان کے غلام اور ایک بیٹی شامل ہیں۔ ایک مروان بن الحکم تھا حضرت عثمان کے خاندان کے لوگ اس لئے شامل نہ ہو سکے کہ لوگوں نے ان کو جنازہ تک روک لیا تھا۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مدینہ کے انصار و مہاجرین اور اکثر دیگر صحابہ کا کیا رویہ تھا۔

حضرت علی کا جہاں تک تعلق ہے انھوں نے حضرت عثمان کی حفاظت کی انتہائی کوشش کی اور ان کی شہادت کے بعد محاصرین پر غصہ کیا اور پھر میت کی تدفین میں بھی حصہ لیا

Marfat.com

اثر استعمال کیا۔

معاویہؓ و قتل عثمانؓ

جب حضرت عثمانؓ کے خلاف بلوائیوں کے حملے خطرناک رنگ اختیار کر گئے تھے تو حضرت عثمانؓ نے معاویہ سے امداد کی اپیل کی تھی۔ بعض مورخین نے معاویہ کے امداد کے دلچسپ واقعات لکھے ہیں، جن سے معاویہ کے کریکٹر اور طریق کار پر کافی روشنی پڑتی ہے، مورخین کے ان تبصروں کا خلاصہ یہ ہے کہ معاویہ کی عین خواہش تھی کہ ایسی صورت پیدا ہو جائے، جس سے اُسے پروپیگنڈے کا موقع ملے۔

مختلف مورخین نے معاویہ کی اس حکمت عملی کو مختلف طریقوں سے نمایاں کیا ہے۔ مثلاً بلاذری اور بعض دیگر مصنفین نے بتایا ہے کہ معاویہ نے حضرت عثمانؓ کی امداد کے نام سے فوج بھیجی، اور فوج کے قائد کو ہدایت کر دی کہ فلاں مقام پر پہنچ کر ٹھیر جانا۔ یہ قائد حبیب بن یزید بن اسد القشیری تھا۔ وہ راستے میں انتظار کرنے لگا، حالانکہ یہ وہ وقت تھا جبکہ حضرت عثمانؓ محصور تھے اور اگر یہ فوجی امداد پہنچ جاتی تو ان کی شہادت کا واقعہ نہ ہوتا مگر معاویہ کا حکم یزید بن حبیب کو ملا تھا کہ اس کی تعمیل میں چون وچرا نہ ہو اور کوئی دلیل اس کے لئے نہ دی جائے کہ مدینہ کی طرف بڑھنا ضروری ہے۔

جب حضرت عثمانؓ کی یہ شہادت ہو چکی تو معاویہ اپنے لشکر کے پاس آئے اور اسے دمشق واپس لے گیا، معاویہ کا جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا، حضرت عثمانؓ کے خلاف پروپیگنڈے کی بنیاد مل گئی۔

اس کے بعد معاویہ نے پہلے انتظار کیا کہ علی اس کو شام کی گورنری بحال کر دیں، پھر جب یہ امید بر نہ آئی تو قصاص کی مہم شروع کر دی، اسی امید پر

شاید علی راضی ہو جائیں۔ معاویہ جنگ جمل میں کھلم کھلا شریک نہیں ہوا لیکن خفیہ طور سے ہر قسم کی امداد کر رہا تھا۔ بی بی عائشہ جس اونٹ پر سوار تھیں، وہ معاویہ کے ایک حامی کا ہی لایا تھا۔

اس پارٹی پر متعدد روایات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ معاویہ نے حضرت عثمان کی کوئی مدد اس وقت نہیں کی جب مدد کرنی تھی اور جان بوجھ کی نہیں کی سیوطی کی تاریخ الخلفاء میں ابوالطفیل کی روایت ہے کہ میں ایک روز معاویہ کے پاس بیٹھا تھا معاویہ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم بھی عثمان کے قاتلین میں شامل تھے؟ میں نے کہا کہ نہیں میں قاتلوں میں تو شامل تھا جو وہاں موجود ہوتے ہوئے ان کی مدد نہیں کر رہے تھے معاویہ نے پوچھا کہ تم نے ایسا رویہ کیوں نہیں اختیار کیا؟ میں نے جواب دیا کہ مہاجرین و انصار کا بھی رویہ تھا کہ انھوں نے قتل میں شرکت کی اور نہ مدد کی۔ معاویہ نے کہا مگر عثمان کا یہ حق تو ان پر تھا کہ وہ مدد کرتے، میں نے جواب میں پوچھا" مگر آپ نے کیوں نہیں مدد کی۔ حالانکہ اہل شام کی طاقت آپ کے ساتھ تھی، معاویہ نے جواب دیا مگر قصاص قتل طلب کرنا بھی ان کی مدد ہی ہے (اما طلبی بدمہ لضرتہ لہ) اس جواب پر ابوالطفیل نے ہنس کر کہا کہ آپ ہی کے لئے اور عثمان کے لئے غالباً شاعر نے کہا تھا کہ" میری موت کے بعد تیرے ماتم سے کیا فائدہ جب کہ زندگی میں تجھ سے کوئی فائدہ نہ پہنچا۔

بیہقی نے" المحاسن والمساوی" میں ثبت بن ربعی کی روایت لکھی ہے انھوں نے معاویہ سے صاف کہا کہ" انک ابطات خصمنہ بالنصر" (تم نے عثمان کی مدد کرنے میں جان بوجھ کر تاخیر کی) تاکہ ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ تم لوگوں کے سامنے قصاص کا نعرہ لگا کر سکو اور ان کو پکڑا سکو۔ اے معاویہ اللہ سے ڈرو اور علی کے مقابلہ میں یہ جھگڑا نہ کھڑا کرو۔

Marfat.com

نہج البلاغہ میں حضرت علی کے وہ خطوط و پیامات ہیں جو حضرت علی نے معاویہ کو بھیجے جن میں متبہ کیا تھا کہ ایسے شیطانی کاموں سے پرہیز کرے اور عاقبت کو فریب میں نہ ڈالے کیونکہ موت دور نہیں ہے جبکہ اللہ کے سامنے حساب دینا ہوگا۔

معاویہ کے دل و دماغ کی افتاد ایسی نہیں تھی کہ ان نصیحتوں کا اثر ہوتا وہ بس ایک ہی مقصد رکھتے تھے اور وہ یہ کہ اقتدار حکومت پر کیونکر قبضہ کیا جائے یہی ان کا مذہب تھا اور یہی ان کا ایمان، اکثر عیسائی مورخین معاویہ کے حق میں جانبدارانہ رائیں اس لئے دیتے ہیں کہ عیسائیوں کے ساتھ معاویہ نے خاص مراعات کی تھیں، اگرچہ یہ مراعات بھی ہوس اقتدار کے تحت ہی تھیں کیونکہ ان عیسائیوں کی خدمات مسلمانوں کے خلاف استعمال کی جاتی تھیں۔ بہرحال عیسائی مورخین نے معاویہ کی عیسائیت نوازی کا اعتراف کرتے ہوئے اس کا معاوضہ یہ دیا ہے کہ معاویہ کے بدترین اعمال میں سے بھی بحد امکان خوشگوار پہلو پیدا کئے ہیں، عیسائی مورخین کی اس معاویہ نوازی کے باوجود یہ اس بارے میں متفق ہیں کہ معاویہ کی زندگی کا بڑا مقصد اقتدار حاصل کرنا، اسے قائم رکھنا اور بڑھانا تھا اس مقصد کے لئے وہ ہر حربہ استعمال کرنے کو تیار رہتے تھے، نکلسن تاریخ ادب العرب میں لکھتا ہے۔

> مسلمانوں نے معاویہ اور حضرت معاویہ کے غلبہ کو قریش کے اس بت پرست عنصر کی فتح سے تعبیر کیا جس نے اسلام لانے سے قبل رسول اللہ کی سخت مخالفت کرنے اور آپ کے صحابہ سے دشمنی کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی اور جو رسول اللہ کی وفات کے قریب تر آپ سے برسرپیکار رہا تھا۔ ادھر مسلمانوں نے بھی نہایت پامردی و استقلال سے ان لوگوں کا مقابلہ جاری رکھا اور بالآخر

Marfat.com

فتحیاب ہوئے۔ اس عنصر کی شکست سے دین اسلام کو اپنے وہ سادہ اصول عرب میں رائج کرنے کا موقع مل گیا جن کی بدولت تمام باشندگان عرب بلا استثنا ایک صف میں کھڑے ہو گئے اور کسی بڑے سے بڑے شخص کو بھی کسی معمولی سے معمولی انسان پر فضیلت اور بڑائی جتانے کا غرور باقی نہ رہا۔ اس صورت حال کے پیش نظر اس قبائلی سیاست کا خاتمہ ہو گیا جو غریبوں کو ذلیل سمجھتی، کمزوروں کو حقیر جانتی اور دوسروں کے اموال کو ہتھیانا معمولی چیز خیال کرتی تھی، اس لئے ہمیں کوئی تعجب نہیں ہوتا۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں نے بنی امیہ کے دوبارہ عروج کو انتہائی تشویش کی نگاہ سے دیکھا، ان کا خیال تھا کہ بنی امیہ کے برسر اقتدار آجانے سے تمام پرانے کینے، نئے سرے سے زندہ ہو جائیں گے۔ اور جاہلی روح کو دوبارہ پنپنے کا موقع مل جائے گا۔

بنو امیہ سے جمہور مسلمانوں کی نفرت کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ امویوں کا بہت بڑا عنصر ایسا تھا، جو محض سطحی مصالح اور ذاتی فوائد کی خاطر اسلام میں داخل ہوا تھا، اور اسلام سے اس کا حقیقی تعلق نہ تھا۔ مزید براں بنو امیہ کی سیاست نے خلافت کو کسروی بادشاہت میں تبدیل کر دیا تھا چنانچہ معاویہ نے خود یہ بات تسلیم کرتے ہوئے کہا تھا" میں مسلمانوں کا سب سے بڑا بادشاہ ہوں۔ (تاریخ الادب العربی از نکلسن)

یورپین مستشرقین خواہ مسلمان ہوں یا عیسائی اگرچہ بنی امیہ کے اقتدار

Marfat.com

پر اسلامی نقطہ نظر سے بحث کرنے کا عادی نہیں ہیں، لیکن اس حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ علی کے مقابلہ میں معاویہ کی جیت اس لئے ہوئی کہ علی متبذل حربے نہیں استعمال کر سکتے تھے، لیکن معاویہ کو یہ حربے استعمال کرنے میں ذرا بھی پس و پیش نہ تھا۔ ڈاکٹر نکلسن نے یہ بھی لکھا ہے:۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علی نہایت بالغ نظر، بے نظیر مدبر، بہترین مشیر، بڑے عقلمند، وعدہ کو کامل طور پر ایفا کرنے والے، اور دشمنوں سے انتہائی شرافت کا برتاؤ کرنے والے تھے، مگر ان سب فضائل کے باوجود ان میں سیاسی سوجھ بوجھ کی کمی تھی انھیں اپنی سلطنت کی سالمیت کی حفاظت کے لئے بھی ان حربوں کے استعمال کرنے میں تردد ہوتا ہے جن حربوں کو ان کے حریف بے تکلف ان کے خلاف استعمال کرتے تھے اسی لئے ان کے حریف ان پر غالب آگئے، کیونکہ ان حریفوں کا اصول تھا کہ جنگ میں ہر قسم کے داؤ پیچ استعمال کرنے مباح ہیں۔ لیکن حضرت علی نہ ان حربوں سے واقف تھے اور نہ ایسا کرنا جائز سمجھتے تھے"

(تاریخ الادب العربی از نکلسن)

یہ ظاہر ہے کہ حضرت علی وہ متبذل حربے استعمال نہیں کر سکتے تھے جو معاویہ کے نزدیک جائز تھے، مثلاً معاویہ نے جگہ جگہ حضرت عثمان کی خون آلود قمیض اور ان کی بیوی کی انگلیوں کی نمائش کر کے حضرت علی پر قتل کی شرکت کا الزام لگایا معاویہ کو خوب معلوم تھا کہ حضرت علی پر قتل کی ذمہ داری نہیں ہے مگر جان بوجھ کر یہ حربہ استعمال کیا گیا۔ حضرت علی ایسے حربے نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ ان کے سامنے اللہ اور رسول کے احکام تھے اور وہ اسلامی اصول کو کسی حالت میں قربان

Marfat.com

نہیں کر سکتے تھے، ان کا مقصد اعلائے کلمۃ الحق تھا اور معاویہ کا مقصد حکمت واقتدار تھا۔ دونوں کے نقطۂ نظر میں بعد المشرقین ہے، یورپین اسے حضرت علی کی کم فہمی اور "سیاسی سوجھ بوجھ سے بیگانگی قرار دیتے ہیں، لیکن جو لوگ اصول حکمت کو بلند و بالا رکھنے والے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ حضرت علی اور امام حسین اگرچہ اقتدار حاصل نہ کر سکے۔ مگر بلاشک اسلام کے اصول محفوظ کر گئے، آئندہ نسلوں کے لئے ان میں ہدایت ہے، اگر حضرت علی بھی معاویہ کی سی عیاریاں اور فریب کاریاں کرتے تو شاید حکومت تو محفوظ ہو جاتی مگر اسلام اس طرح ختم ہو جاتا کہ پھر پہنچانا بھی نہ جاتا۔

سوال یہ ہے کہ معاویہ نے جو ڈرامہ کھیلا اس میں کتنے صحابہ شریک تھے۔ اور ان میں سے ہر ایک کا طرز عمل مختلف تھا کسی کا رول ایسا تھا کہ اسے اسلامی اصول کا حامل قرار دیا جا سکتا ہے اور کسی کا رول ایسا تھا کہ اس میں ضلالت کا بدترین مظاہرہ تھا، ان دونوں کے درمیان مختلف درجوں کے اعمال متعدد صحابہ سے سرزد ہوئے، پس یہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے کہ ان میں سے بدکاروں اور نیک کاروں کو ایک ہی صف میں کھڑا کر کے سب کا احترام کرنے کا اصول قائم کر لیا جائے۔

Marfat.com

— ۱۳ —

عمرو بن العاص کے تین دور

اس کتاب کی بحث کے لئے عمرو بن العاص کی زندگی خاص اہمیت رکھتی ہے کیونکہ اس زندگی کے تاریک پہلو نمایاں ہیں مگر بعض پہلو ایسے بھی ہیں جو کم از کم بعض لوگوں کے لئے روشن نظر آتے ہیں، "صحابیت" کے وہ شیدائی جو کسی صحابی کے خلاف کوئی لفظ سننا نہیں چاہتے، ان کے مطالعہ کے لئے اس زندگی کے بعض عبرت انگیز حصے پیش کئے جا رہے ہیں تاکہ "صحابیت" کے متعلق وہ اپنے نقطۂ نظر کی اصلاح کر لیں۔

پہلے سنیوں کی مشہور کتاب "استیعاب" جس میں صحابہ کے سوانح حیات ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے، اس میں عمرو بن العاص کی وفات کے وقت کا حسب ذیل واقعہ توجہ طلب ہے (یہ ترجمہ دار المصنفین کی اعظم گڈھ کی کتاب سیر الصحابہ سے نقل کیا جا رہا ہے)

"ابن عباس عیادت کو آئے، سلام کے بعد پوچھا عبد اللہ ابا کیا حال ہے، جواب دیا کیا پوچھتے ہو۔ دنیا کم بنائی اور دین زیادہ بگاڑا اگر اس کو بگاڑا ہوتا جس کو بنایا ہے اور اس کو بنایا ہوتا جس کو بگاڑا ہے تو یقیناً کامیاب ہوتا اگر اس وقت کی آرزو فائدہ مند ہوتی تو ضرور آرزو کرتا۔ اگر بھاگنے سے بچ سکتا تو ضرور بھاگتا مگر اب منجنیق کی طرح زمین و آسمان کے درمیان معلق ہوں، نہ ہاتھوں کے سہارے اوپر چڑھ سکتا ہوں، نہ پاؤں کے سہارے نیچے اتر سکتا ہوں۔ اے بھتیجے! مجھ کو کوئی ایسی نصیحت کر کہ اس سے فائدہ اٹھاؤں، ابن عباس نے کہا افسوس اب وہ وقت کہاں۔ اب وہ بھتیجا بوڑھا ہو کر آپ کا بھائی ہو گیا ہے

اگر آپ رونے کے لئے کہیں تو میں رونے کو تیار ہوں، مقیم سفر کا کیسے یقین کر سکتا ہے، عمرو بن العاص نے کہا اس وقت اسّی برس سے کچھ اوپر میری عمر ہے اور تو مجھ کو پروردگار کی رحمت سے ناامید کرتا ہے۔ خدایا! ابن عباس مجھ کو تیری رحمت سے ناامید کر رہا ہے ابھی تو مجھے یہاں تک تکلیف دے کہ راضی ہو جائے ابن عباس نے کہا ہیہات! ابو عبداللہ جو چیز لی تھی۔ وہ تو تیری تھی اور جو دے رہے ہو وہ پرائی ہے۔ عمرو بن العاص نے کہا۔ ابن عباس تم کو کیا ہو گیا ہے، جو بات میں کہتا ہوں تم اس کا الٹا کہتے ہو؟" (استیعاب جلد ۳ صفحہ ۴۴۹)

اس روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابن عباس کے نزدیک عمرو بن العاص کی زندگی کا وقت تھا جب توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے، قرآن مجید میں آیا ہے کہ فرعون نے موت کے وقت توبہ کی مگر اللہ کی طرف سے جواب ملا کہ اب کیا ہوتا ہے، اب توبہ کا وقت نکل گیا ابن عباس نے جو جواب عمرو بن العاص کو دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباس جو ایک معزز صحابی ہیں ان کی نظر میں عمرو بن العاص کی زندگی نہایت تاریک تھی جس کی تلافی کا وقت نکل چکا ہے۔

یہ واضح رہے کہ عمرو بن العاص کا یہ اعتراف اس زمرہ میں نہیں آتا کہ ہر انسان مرتے وقت اپنے گناہوں پر غور کر کے غمگین ہو جاتا ہے اس قسم کا احساس تقریباً عام ہوتا ہے اور نہایت تقدیر پرہیزگار مسلمان بھی موت کے وقت اس قسم کے جذبات کا اظہار کیا کرتا ہے، بلکہ عمرو بن العاص نے حضرت علی کے خلاف جو سازشیں مصر کی حکومت کی لالچ میں کی تھیں وہ سب وفات کے وقت بھیانک شکل میں سامنے تھیں اور عمرو بن العاص کو یہ خیال ستا رہا تھا کہ کیا ایسے گناہوں کی معافی بھی ہو سکتی ہے؟ ان سازشوں نے اسلام کو کتنا نقصان پہنچایا تھا، اس کا اندازہ عمرو بن العاص کو

Marfat.com

تھا۔ اسی لئے وہ موت سے ڈر رہا تھا، عمرو بن العاص کے جذبات کا اندازہ صحیح مسلم کی حسب ذیل حدیث سے ہوگا۔

"ابن شماسہ مہریؓ کہتے ہیں کہ ہم عمرو بن العاص کے پاس گئے جبکہ ان کی موت کا وقت قریب تھا۔ وہ بہت دیر تک روتے رہے پھر اپنا منہ دیوار کی طرف پھیر لیا۔ ان کے بیٹے نے کہنا شروع کیا" ابا جان۔ کیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فلاں بات کی خوشخبری نہیں دی اور ابا جان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے آپ کو فلاں بات کی بشارت نہیں دی (یعنی آپ روتے کیوں ہیں آپ کے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ایسا فرمایا ہے) ابن شماسہؓ کہتے ہیں بیٹے کے یہ الفاظ سن کر عمرو بن العاص نے منہ پھیرا اور کہا" ہمارے خیال میں ہمارے لئے بہترین چیز شہادت لا الٰہ الا اللہ اللہ محمد رسول اللہ ہے، بیٹا تم کو معلوم ہے، میں نے تین زمانے گزارے ہیں۔ ایک زمانہ تو وہ تھا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مجھ کو کسی سے بغض نہ تھا اور میرے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ اور کوئی کام نہ تھا، کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قابو پالوں اور آپ کو قتل کر ڈالوں۔ اگر میں اس حالت میں مرجاتا تو یقیناً دوزخی ہوتا۔ پھر دوسرا زمانہ وہ تھا جب اللہ نے میرے دل میں اسلام ڈالا۔ اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اپنا ہاتھ پھیلائیے تاکہ میں بیعت کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ بڑھایا۔ تو میں نے ہاتھ کھینچ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری حالت دیکھ کر فرمایا۔ عمرو، کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ

Marfat.com

میں کچھ شرط کرنی چاہتا ہوں. حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا شرط ہے بتاؤ. میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں چاہتا ہوں کہ میرے پہلے گناہ معاف کر دیئے جائیں. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "عمر تم کو معلوم نہیں کہ اسلام پہلی تمام باتوں کو مٹا دیتا ہے، اور ہجرت پہلے تمام گناہوں کو ڈھا دیتا ہے، اور حج تمام پہلے معاصی کو محو کر دیتا ہے" اس کے بعد میں نے اسلام قبول کر لیا اور اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مجھے کسی سے محبت نہ تھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ میری نظر میں کسی کی وقعت و عظمت نہ تھی. میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلال کے سبب آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکتا تھا اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان جلال کے سبب میں نے کبھی آپ کے چہرۂ مبارک کو غور سے نہ دیکھا تھا اس لئے اب اگر کوئی مجھ سے حضور کا حلیہ دریافت کرے تو میں نہیں بتا سکتا. اگر میں اسی حالت میں مر جاتا تو امید تھی کہ میں جنتی ہوتا۔"

پھر تیسرا دور یہ ہے کہ ہم پر بہت سے معاملات کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے معلوم نہیں ان باتوں کے باعث میرا کیا حال ہوگا. پس جب میں مر جاؤں تو میرے جنازے کے ساتھ نہ تو کوئی نوحہ گر ہو، اور نہ آگ. پھر جب تم مجھ کو دفن کر چکو اور مجھ پر مٹی ڈال چکو تو میری قبر پر اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کیا جاتا ہے، اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے. تاکہ میں تم سے مانوس رہوں اور دیکھوں کہ اپنے پروردگار کے فرشتوں سے کیا گفتگو کرتا ہوں۔" (مسلم۔ کتاب الایمان)

اس حدیث میں حالات کا پورا نقشہ ہے یہ واقعہ صحیح معلوم ہوتا ہے، کہ

Marfat.com

عمرو بن العاص کی زندگی نے تین پلٹے کھائے۔ اول تخریب کا دور تھا، دوسرا دور اسلام کا یا اسے تعمیر کا دور کہہ سکتے ہیں۔ تیسرا دور پھر تخریب کا ہے جب کہ اسلامی تعلیم کو مٹانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ پہلے تخریبی دور اور تیسرے تخریبی دور میں فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے دور میں اسلام کی تخریب باہر سے کی تھی اور تیسرے دور میں یہی تخریب اسلام کے اندر سے کی تھی، درمیانی دور جسے بعض شرائط کے ساتھ تعمیری دور کہا جاسکتا ہے وہ تھا جس میں یا تو عمرو بن العاص نے صدق و خلوص کے ساتھ اسلام کی خدمت کی یا شدید ذاتی اغراض اور اسلامی مقاصد میں ہم آہنگی ہوگئی تھی اور شاید عمرو بن العاص اسلامی خدمت پر مجبور تھا۔

ذاتی اغراض و اسلامی مقاصد کی ہم آہنگی کا مطلب یہ ہے کہ عمرو بن العاص کی ذاتی منفعت، ذاتی اقتدار اور ذاتی حکومت درکار تھی اور یہ چیزیں صرف اسلامی جھنڈے کے نیچے ہی مل سکتی تھیں۔ دراصل مصر کی فتح کے لئے فوجی اقدام کی مخالفت ابتداء میں خود حضرت عمر نے کی تھی۔ ان کی بغیر اجازت حملہ کر دیا گیا تھا۔ حضرت عمر کو جیسے ہی اس حملہ کی خبر ملی انھوں نے عمرو بن العاص کو ارجنٹ تاکیدی خط لکھا کہ اگر ابھی تک مصر میں اقدام نہ کیا ہو تو باز رہو اور اگر آگے بڑھ چکے ہو تو مجبوری ہے، جب معلوم ہوا کہ عمرو بن العاص نے حملہ کر دیا اور ایک معمولی جنگ کے بعد ایک مقام پر قبضہ بھی کر لیا تو حضرت عمر نے پھر فوجی کمک بھیجدی۔ اور مصر سے جنگ باقاعدہ ہونے کے بعد عمرو بن العاص کی کمان میں وہ فتح ہوگیا

اس فتح سے بے شک اسلام کو فائدہ پہنچا۔ لیکن اللہ ہی جانتا ہے کہ ۔۔ عمرو بن العاص کی نیت کیا تھی۔ حضرت عمر کے زمانہ میں اس کی مجال نہیں تھی۔ کہ سرتابی کر سکے کھلی مخالفت تو تصور میں بھی نہیں آسکتی مگر معمولی بے عنوانیوں پر بھی حضرت عمر کے اقتدار میں ذلیل ہونا پڑا۔ ایک بار عمرو بن العاص کے بیٹے

Marfat.com

ایک معمولی آدمی کو مارا۔ جب حضرت عمر کو معلوم ہوا تو انھوں نے برسرِ عام عمرو بن العاص کے سامنے ان کے بیٹے کو اسی آدمی کے ہاتھوں سے کوڑے لگوائے عمرو بن العاص منہ تکتے رہ گئے، ایک بار جب حضرت عمر نے مصر کے محصول کی بابت سخت گیری کی تو عمرو بن العاص نے کہا تھا کہ خدا کی شان ہے کی جب میرا باپ کمخواب کے کپڑے پہنے پھرتا تھا تو عمر کا باپ خطاب لکڑیوں کا بوجھ اٹھایا کرتا تھا۔ مگر آج عمر مجھ پر اپنا رعب جماتا ہے!"

ان مثالوں سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ حضرت عمر کے سامنے عمرو بن العاص کی یہ مجال نہیں تھی کہ کوئی تحریبی کارروائی کر سکے۔

حضرت عثمان کی حالت حضرت عمر کی سی نہیں تھی۔ وہ کمزور تھے اس لئے عمرو بن العاص نے ان کو بہت ستایا اور اتنے جھگڑے ہوئے کہ آخر مصر کی گورنری چھوڑنی پڑی۔ علاوہ اور اختلافات کے ایک بڑا اختلاف یہ تھا کہ مصر کے محاصل کتنے ہوں۔ حضرت عثمان کو شکایت ہوئی تو انھوں نے محصول کا کام عبداللہ ابی سرح کے سپرد کر دیا جو ان کا رضاعی بھائی تھا۔ اور کتابت وحی کرتے کرتے مرتد ہو کر مکہ بھاگ گیا تھا۔ ارتداد کے بعد اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اتنا غلیظ پروپیگنڈا کیا تھا کہ حضور اس سے بہت ہی زیادہ متنفر ہو گئے تھے علاوہ سب ستم کے ایک پروپیگنڈا اس کا یہ تھا کہ میں محمد کی وحی میں خلل ڈال آیا ہوں۔ محمدؐ کچھ لکھنے کو کہتے اور میں کچھ لکھتا اگر غفور الرحیم ہوتا تو میں غفور رحیم لکھ دیتا۔ وغیرہ وغیرہ۔

جب رسول اللہ نے مکہ فتح کیا تو مکہ کے باشندوں کے لئے معافی کا اعلان کر دیا تھا اور ان کو حضرت یوسف کی طرح لاتثریب علیکم الیوم (آج تمہارے لئے کوئی سزا نہیں) کا پیام دیا تھا اور ان کو "طلقاء" کا خطاب دیا تھا۔ مگر اس

Marfat.com

علم معافی سے مکہ کے صرف چند نفوس کو مستثنیٰ کر دیا تھا۔ اور یہ حکم دیدیا تھا۔ کہ یہ چند لوگ جہاں ملیں ان کو بغیر قتل کئے نہ چھوڑنا۔ رسول اللہ کے اس اعلان کے باوجود حضرت عثمان نے اسے چھپائے رکھا اور جب مکہ میں حالات معمول پر آگئے، تو حضرت عثمان اسے لے کر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سفارش کی کہ اس کا اسلام قبول کر لیا جائے اور گزشتہ خطاؤں کی معافی دی جائے۔ حدیث و سیرت کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے کافی انتظار کیا کہ سابقہ حکم کے تحت کوئی گردن مار دے مگر کسی نے ایسا نہیں کیا۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان کی سفارش سے اس کا اسلام قبول کر لیا جب عبداللہ بن ابی سرح اس طرح مسلمان ہو کر چلا گیا تو حضور نے صحابہ سے فرمایا کہ میں نے انتظار کیا کہ تم میں سے کوئی قتل کر دے، صحابہ میں سے بعض نے کہا کہ حضور نے ذرا اشارہ ہی آنکھ سے کر دیا ہوتا۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ "نبی کی آنکھ خیانت نہیں کیا کرتی۔

اپنے اس قسم کے رضاعی بھائی کو حضرت عثمان نے مصر کا گورنر بنا دیا ۔ عبداللہ ابی سرح بھی عیاری میں عمرو بن العاص سے کم نہ تھا۔ اور پھر خلیفۂ وقت اس کے ساتھ تھے۔ اس لئے عمرو بن العاص نے چار و ناچار مصر چھوڑ دیا۔ جب مدینہ پہنچے تو حضرت عثمان سے اتنے خفا تھے کہ سیدھے منہ جواب بھی نہ دیتے تھے، مورخ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ جب واپسی میں پہلی بار ملے تو ایک لبادہ پہنے ہوئے تھے حضرت عثمان نے پوچھا کہ اس لبادہ میں کیا ہے، جواب دیا "عمرو بن العاص"۔ حضرت عثمان نے کہا یہ تو مجھے معلوم ہے، میں یہ پوچھ رہا تھا کہ روئی ہے یا کوئی اور چیز۔ حضرت عثمان نے پوچھا۔ عبداللہ بن ابی سرح کو کس حال میں چھوڑا" جواب ملا "جس حال میں تم چاہتے تھے، پوچھا۔ اس کا کیا مطلب؟ جواب ملا" اپنے نفس کے لئے تیز اللہ کے لئے کمزور

عمرو بن العاص کے اسلام لانے کا واقعہ بھی اس بحث میں قابل توجہ ہے مسند احمد بن حنبل اور دوسری کتابوں میں اس کی جو تفصیلات ہیں، ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اس لئے اسلام لائے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شکست دینے کی توقعات ختم ہو چکی تھیں جنگ اور عیاری دونوں حربے ناکام ہو چکے تو ان کا استدلال یہ تھا کہ مکہ والوں کا عقیدہ غلط ہے، کیونکہ اس دنیا میں یہ ذلیل و شکست خوردہ ہیں۔ اور دوسری دنیا میں تو ان کا عقیدہ ہی نہیں۔

پھر بھی انھوں نے یہ فیصلہ نہیں کیا کہ مسلمان ہو جائیں۔ بلکہ آخری تدبیر اسلام سے بچنے اور اسلام کی تباہی کا انتظار کرنے کی یہ کی۔ اس سے عمرو بن العاص کے ذہن و رجحان کا اندازہ ہوتا ہے۔

"بیان کرتے ہیں کہ جب ہم لوگ غزوۂ احزاب سے واپس ہوئے تو میں نے قریش کے ان اشخاص کو جو مجھے مانتے تھے، اور میری بات سنتے تھے، جمع کر کے کہا کہ خدا کی قسم یقین مان لو کہ محمد کی بات سب سے بالاتر ہو کر رہے گی۔ اس میں شک کی گنجائش نہیں۔ میری ایک رائے ہے تم اس کو کیسی سمجھتے ہو۔ لوگوں نے پوچھا کیا رائے۔ انھوں نے کہا کہ ہم لوگ نجاشی کے پاس چل کر قیام کریں۔ اگر محمد ہماری قوم پر غالب آگئے تو ہم لوگ نجاشی کے پاس ٹھہر جائیں گے۔ کیونکہ نجاشی کی ماتحتی میں رہنے سے کہیں زیادہ پسندیدہ ہے اور اگر ہماری قوم محمد پر غالب ہوئی۔ تو ہم ممتاز لوگ ہیں۔ ہمارے ساتھ اس کا طرز عمل بہتر ہی ہوگا۔ اس رائے پر سب نے اتفاق کیا۔ میں نے کہا پھر کوئی چیز مہیا کرو، جو اس کو تحفہ میں دی جائے، نجاشی کے لئے ہمارے یہاں کا سب سے بہتر تحفہ چمڑا تھا۔ چنانچہ بہت سا چمڑا لے

Marfat.com

ہم حبشہ پہونچے، اور ابھی نجاشی کے پاس تھے کہ عمرو بن امیہ ضمیری آئے ان کو رسول اللہ صلعم نے جعفر اور ان کے ساتھیوں کی کسی ضرورت سے نجاشی کے پاس بھیجا تھا۔ جب وہ آکر چلے گئے تو میں اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ ہم نجاشی کے پاس چل کر اس سے عمرو بن امیہ ضمری کو مانگیں اگر وہ دیدے تو اس کی گردن ماردیں۔ تاکہ قریش کو معلوم ہوجائے کہ ہم نے محمد (صلعم) کے سفیر کا سر قلم کرکے ان کا بدلہ لے لیا۔ یہ کہکر میں نجاشی کے دربار میں گیا۔ اور حسب معمول سجدہ کیا۔ اس نے خوش آمدید کہہ کر پوچھا۔ میرے لئے اپنے ملک کا کوئی تحفہ لائے، میں نے کہا حضور بہت سا چمڑا تحفہ میں لایا اور جو چمڑا لایا تھا، اسے پیش کیا، اس نے بہت پسند کیا۔ پھر میں نے عرض کی۔ عالیجاہ! ابھی میں نے ایک آدمی کو حضور کے پاس سے نکلتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ ہمارے دشمن کا بھتیجا ہوا ہے۔ حضور قتل کرنے کے لئے اسے ہمارے حوالے کردیں، اس نے ہمارے بہت سے سرفراز معززین کو تکلیفیں پہنچائی ہیں۔ نجاشی یہ درخواست سنکر بہت غضبناک ہوا۔ اور اپنا ہاتھ کھینچ کر اس زور سے اپنی ناک پر مارا کہ میں سمجھا ٹوٹ جائے گی۔ اس کی اس حرکت سے میں اس قدر نادم و شرمسار ہوا کہ اگر زمین شق ہوتی تو میں اس میں سما جاتا۔ پھر میں نے عرض کی شاہا! اگر میں سمجھتا کہ حضور کو یہ درخواست ناگوار ہوگی، تو میں کبھی نہ کرتا، وہ بولا تم چاہتے ہو کہ میں ایسے شخص کو قاصد جس کے پاس وہ ناموس اکبر آتا ہے جو موسیٰ کے پاس آیا کرتا تھا قتل کے لئے تمہارے حوالے کردوں، میں نے عرض کی عالیجاہ! کیا وہ واقعی ایسا ہے وہ بولا عمرو تمہاری حالت قابل افسوس ہے۔ میرا کہنا مان لو اور اس کی پیروی کرلو

خدا کی قسم وہ حق پر ہے۔ وہ اپنے تمام مخالفوں پر غالب آئے گا۔ جس طرح موسیٰ فرعون اور اس کے لشکر پر غالب ہوئے تھے، میں نے کہا پھر اس کی طرف سے آپ مجھ سے اسلام کی بیعت لے لیجئے، چنانچہ اس نے ہاتھ پھیلایا اور میں نے اسلام کی بیعت کی، یہاں سے جب میں اپنے ساتھیوں کے پاس پلٹ کر گیا تو میرے خیالات بدل چکے تھے لیکن میں نے اپنے ساتھیوں کو نہیں بتایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانیکا مقصد سے نکلا"

عمرو بن العاص کے اس بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا اسلام توحید و رسالت کے عقیدہ سے متاثر ہو کر شرح صدر کا نتیجہ نہیں تھا۔ بلکہ اس فیصلہ کا نتیجہ تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شکست دینے اور اسلام کو تباہ کرنے کی جدوجہد کی کامیابی کی کوئی امید نہیں رہی تھی، چونکہ اقتدار اور کامیابی صرف محمدؐ کے قدموں میں ممکن تھی۔ اس لئے عمرو بن العاص کا اسلام تھا جس کا آغاز ہی اقتدار پرستی اور دنیا طلبی سے ہوا۔

اس کے بعد بقول ان کے دوسرا دور شروع ہوا۔ یہ دور اسلام کی خدمات کا دور تھا۔ یعنی عہد رسالت کے صرف چند سال، عہد صدیقی، اور عہد فاروقی نیز عہد عثمانی کے ابتدائی ایام۔ اس زمانہ میں بے شک عمرو بن العاص سے اسلام کی صرف وہ خدمات ہوئیں جن کا تعلق فتوحات سے ہے۔ ان فتوحات سے اسلام کو فائدہ پہنچا لیکن عمرو بن العاص کے اس رول کو بھی ہوس اقتدار سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ عمرو بن العاص کے لئے اپنا ذاتی اقتدار محرک اول تھا یا اسلام کی محبت بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی حیثیت صرف ثانوی تھی اور اسلام اس لئے قبول کیا تھا تاکہ اسے اقتدار کا ذریعہ بنایا جا سکے۔

عمرو بن العاص نے اپنی زندگی کے تین دور قائم کئے ان میں سے دوسرے دور کے آغاز اور پہلے دور کے اختتام کے متعلق عمرو بن العاص کے بیانات پیش کئے

Marfat.com

گئے، اب دوسرے دور کے اختتام اور تیسرے دور کے آغاز کے متعلق بھی عمرو بن العاص کے بیانات پر غور کیجئے، ان سے بھی معلوم ہوگا کہ عمرو بن العاص کی زندگی کا مقصد نہ کفر تھا۔ نہ اسلام بلکہ اقتدار تھا کفر کے زمانہ میں اس کا عقیدہ تھا کہ آخرت کی زندگی صرف خیال ہی خیال ہے، لیکن جب اس نے تجربہ سے پایا کہ جو لوگ آخرت کی زندگی میں یقین رکھتے ہیں۔ وہ تو دنیا میں بھی کامیاب ہیں اور قریش جو عاقبت اور حساب کتاب میں یقین نہیں رکھتے۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں زک پر زک اٹھا رہے ہیں تو یہ فیصلہ کیا کہ محمد کی بیعت کر لینا بہتر ہے۔

پھر جب اسلام میں آکر اس نے اقتدار پایا اور مصر کا گورنر بن گیا تو اس ترقی کے بعد اور آگے بڑھنے کی کوشش کی، اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ حضرت عمر کے زمانہ میں ان کا تانا زیانہ تھا۔ اور حضرت عثمان کے زمانہ میں ان کے خاندان کے دنیا پرست عیار تھے۔ ان سے عمرو بن العاص کو شکست ہوئی اور وہ مصر سے معزول ہونے کے بعد فلسطین میں گوشہ نشین ہو گئے۔ لیکن اس گوشہ نشینی میں عمرو بن العاص نے اپنی طبیعت نہیں بدل دی تھی۔ مثل مشہور ہے۔ چیتے کے داغ نہیں بدلتے۔ فلسطین کی پناہ سے وہ اس طرح ہر طرف تاک رہے تھے، جیسے باز شکار کے لئے نظر دوڑاتا ہے، جیسے ہی حضرت عثمان کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ اور معاویہ نے حضرت علی کے خلاف بغاوت کی عمرو بن العاص کی چالبازیوں کا میدان مل گیا۔ اور انھوں نے اپنی زندگی کا تیسرا دور شروع کیا۔ اور وہ اس طرح کہ عمرو بن العاص نے معاویہ سے یہ سودا کیا کہ مصر کی حکومت مجھے دو تو علی کے خلاف تمہارے دوش بدوش ہو جاؤں۔ کچھ رد و قدح کے بعد معاویہ نے یہ مطالبہ منظور کر لیا۔

عمرو بن العاص اور معاویہ کے درمیان مصر کے متعلق جو معاہدہ ہوا وہ

تاریخ کا کھلا واقعہ ہے، مورخین نے واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ عمرو بن العاص نے صاف لکھا کہ دین تو تمہارے ساتھ نہیں۔ لہذا میں تمہارا ساتھ اسی صورت میں دے سکتا ہوں کہ دنیا تو مل جائے۔ یہ بھی عمرو بن العاص نے معاویہ کو جتا دیا کہ مصر تم اسی وقت دے سکو گے جبکہ علی پر تمہاری فتح ہو چکے گی، آخر جب معاویہ نے مصر کے متعلق تحریر دے دی تو معاویہ نے عیاری و مکاری کا پٹارہ کھولا اور یہ مشورہ دیا کہ عثمان کے قتل میں علی کی سازش و شرکت کا پروپیگنڈا شروع کرو۔

اس طرح اس تیسرے دور کا آغاز ہوا جس کی سیاہ کاریاں مرتے وقت عمرو بن العاص کے تصور میں تمام ہولناکیوں کے ساتھ صف در صف کھڑی تھیں اور یہی وہ سیاہ کاریاں تھیں جن کی بنا پر ابن عباس نے کہا تھا کہ اب کیا ہو سکتا ہے اتنے پچھتاوے کا وقت نکل گیا۔ ابن عباس کے اسی تبصرہ پر عمرو بن العاص نے رد کر کہا تھا کہ تم مجھے اللہ کی رحمت سے مایوس کرتے ہو؟

عمرو بن العاص کی زندگی کے اسی دور کو "مخالف اہلبیت" کے الفاظ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اس کا سب کو اعتراف ہے کہ عمرو بن العاص کا دماغ زرخیز تھا اس نئی نئی سوجھتی تھی۔ پہلے دور میں دماغ کی یہ زرخیزی اسلام اور پیمبر اسلام کی تباہی کی تجدید میں استعمال ہوئی۔ دوسرے دور میں یہی زرخیزی ذاتی اقتدار کے لئے اسلام کی طاقت کو استعمال کرنے میں صرف ہوئی۔ چونکہ اس دور میں عمرو بن العاص کی اقتدار پرستی اور اسلامی اقتدار کی ترقی ایک دوسرے سے مل گئے تھے لہذا کوئی تصادم نہیں ہوا۔ تیسرے دور میں اس "صحابی" کی دنیا پرستی اور اسلام پرستی پھر متصادم ہو گئے تو اس نے اپنی پرانی عادت کے مطابق دنیا پرستی کو اسلامی مفاد پر ترجیح دی اور معاویہ کی طرف ہو کر حضرت علی کے خلاف ایسی عیاریاں کیں کہ ظلم ہوسفر ہا کی عیاریوں کو بھی مات کر دیا۔

Marfat.com

اس "صحابی" کی دنیا پرستی کا یہ حال تھا۔ کہ جنگ صفین میں قرآن نیزوں پر بندھوا کر جب معاویہ کو شکست سے بچا چکا۔ اور حکم بن کر دوسرے حکم ابو موسیٰ اشعری کو فریب دینے کے لئے باتیں کرنے لگا تو اول تو معاویہ کے لئے ابو موسیٰ اشعری کو راضی کرنے کی کوشش کی۔ جب دیکھا کہ ابو موسیٰ معاویہ کے لئے کسی صورت راضی نہ ہوں گے تو تاریخوں میں لکھا ہے کہ اپنے بیٹے کی خلافت کے لئے ابو موسیٰ اشعری سے اپیل کی۔ ابو موسیٰ اشعری نے جواب میں کہا کہ یوں تو تمہارا بیٹا نیک مسلمان ہے، مگر جنگ صفین میں گھسیٹ کر تم نے اس کا ریکارڈ خراب کر دیا ہے۔

گزشتہ صفحات میں بتایا جا چکا ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص اپنے باپ کے جبر سے جنگ صفین میں معاویہ کی طرف سے شریک ہوئے تھے مگر چونکہ وہ حضرت علی کو برسر حق سمجھتے تھے اس لئے نہ تلوار چلائی نہ تیر چھوڑا۔

بہر کیف بتانا یہ مقصود ہے کہ عمرو بن العاص کی دنیا پرستی اس تحکیم کے وقت بھی نمایاں تھی۔ اگر اس کو موقع مل جاتا تو خود ہی اسلامی مملکت کا بادشاہ بن جاتا

ابن سعود نے عمرو بن العاص کے بالکل ہی مرتے وقت کے حسب ذیل الفاظ دیئے ہیں

"الٰہی تو نے جن باتوں کا حکم دیا ان باتوں میں، میں تیری عدول حکمی کرتا رہا۔ جن باتوں کی تو نے ممانعت کی، ان کو تیری نافرمانی کر کے میں گناہ کرتا رہا۔ میں گناہوں سے بری نہیں ہوں کہ معذرت کر سکوں نہ میں تجھ پر غالب آنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ ہاں لا الٰہ الا اللہ لا الٰہ الا اللہ یہ کہتے کہتے دم توڑ دیا۔"

اللہ تعالیٰ عمرو بن العاص کے لئے عاقبت میں کیا احکام صادر کرتا ہے اس کا فیصلہ کسی انسان کا کام نہیں۔ لیکن مرتے وقت کے ان بیانات سے اتنا ثابت ہے کہ خود عمرو بن العاص کے نزدیک اس کی زندگی کا یہ تیسرا دور اللہ کے احکام کی نافرمانی

کا دور تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ نافرمانی معاویہ کی حمایت اور حضرت علی کی مخالفت تھی۔
اب صحابیت کے علمبردار بتائیں کہ کیا عمرو بن العاص کی زندگی قابل تقلید کہی جاسکتی ہے؟

اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ رسول اللہ کی صحبت کی قیمت نہیں بے شک وہ وہ بڑی نعمت ہے، مگر صحابہ میں ہی منافق بھی تھے، یہ کہا جائے گا کہ عمرو بن العاص کی فتوحات سے اسلام کو فائدہ پہنچا۔ لیکن بخاری میں ایک حدیث ہے جس میں صاف کہا گیا ہے کہ اللہ منافقوں کے ذریعہ بھی فائدہ پہنچائے گا۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک بار ایک مسلمان بڑے جوش وخروش سے اسلام کی طرف سے کفار سے لڑ رہا تھا آپ نے فرمایا کہ یہ دوزخی ہے، لوگوں کو بہت حیرت ہوئی کہ اتنا مجاہد مسلمان دوزخی کیونکر ہو سکتا ہے جب جنگ ختم ہوئی تو اس کے کوئی زخم آیا تھا۔ اس کی تکلیف نہ برداشت کر سکا۔ اس نے رات میں خودکشی کر لی۔ جب خودکشی کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو معلوم ہوا کہ کس طرح اس کے جہنم میں جانے کا سبب پیدا ہوا۔

گزشتہ صفحات میں بھی بتایا جا چکا ہے کہ عمرو بن العاص نے ہی محمد بن ابوبکر صدیق کو پیاسا رکھ کر مارا۔ ان کو گدھے کی کھال میں بند کر کے جلا دیا۔

عمرو بن العاص جیسے ہی چند مشیر امیر معاویہ کو بھی مل گئے تھے، جن کے تعاون سے وہ مظالم ہوئے جن پر مسلم وغیر مسلم اب تک ماتم کرتے ہیں۔

دور جدید کے محققین جو تقلید سے بالاتر ہو کر تاریخی حالات پر نظر ڈال رہے ہیں۔ یہ محسوس کر رہے ہیں رسول اللہ کے بعض صحابہ ایسے تھے جنھوں نے اسلام کی قدروں کو عہد رسالت کے بعد پامال کر ڈالا۔

بخاری کی ایک حدیث ان صحابہ پر صادق آتی ہے

"ابو ہریرہ سے روایت ہے حضور نے فرمایا کہ عنقریب تم لوگ حکومت و امارت کی حرص کرو گے، جس کے باعث تم کو یوم قیامت ندامت ہوگی

Marfat.com

ایک اور حدیث ابن ماجہ میں ہے۔

"ابو سعید خذری کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ تم دنیا پر ریجھ جاؤ گے،

ایک اور روایت حضرت ابوبکر صدیق کی اس وصیت کے متعلق ہے، جو انھوں نے حضرت عمر کو کی تھی، اس وصیت کے کئی بڑے پہلو بڑے دلچسپ ہیں۔ شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفا میں اسے لکھا ہے، ملاحظہ ہو۔

"اے عمر سب سے پہلے تو میں تمہارے نفس سے تم کو ڈراتا ہوں. ہر انسان کے لئے شہوت ہوتی ہے جب وہ پوری ہو جاتی ہے تو وہ دوسری طرف مائل ہو جاتا ہے، اس کے بعد تم کو اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس گروہ سے ڈراتا ہوں جن کے پیٹ پھول رہے ہیں اور جن کی آنکھیں اندھی ہو گئی ہیں"

حضرت ابوبکر صدیق جیسے مرتبہ کے صحابی" اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک گروہ سے حضرت عمر کو متنبہ کر رہے تھے اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے، کہ صحابہ کا ایک گروہ نہایت خطرناک تھا۔ اور یہ وہی گروہ تھا جس کے "پیٹ پھولے ہوئے" تھے مطلب یہ ہے کہ ان میں دنیا کی ہوس ہو گی۔ اب "صحابیت" کے دیوانے حضرت ابوبکر صدیق سے لڑتے رہیں۔

اور یہ اور بھی دلچسپ واقعہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں معاویہ کی نسبت فرمایا تھا کہ اس کا پیٹ کبھی نہ بھرے۔ یہ طرح یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس کو جب وہ لڑکے ہی تھے معاویہ کو بلانے بھیجا۔ ابن عباس نے واپس آکر حضور کو جواب دیا کہ وہ تو کھانا کھ

Marfat.com

کام ضروری تھا۔ تھوڑی دیر انتظار کے بعد آپ نے پھر بلانے کو بھیجا۔ ابن عباسؓ نے واپس آکر پھر جواب دیا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ یہ سن کر حضور نے بددعا دی کہ اس کا پیٹ کبھی نہ بھرے، یہ حقیقت ہے کہ معاویہ کا پیٹ ظاہر میں بھی بڑا تھا، کھانے بھی بہت تھے، اور قوم کا مال بھی بہت ہضم کرتے تھے، اس لئے حضرت ابوبکر صدیق نے رسول کے جن اصحاب سے ہوشیار رہنے کی وصیت کی ان میں معاویہ ہر لحاظ سے آجاتے ہیں۔

یہی وہ حدیث تھی۔ جو امام نسائی کی موت کا باعث ہوئی۔ وہ دمشق کی مسجد میں حضرت علی کے مناقب بیان کر رہے تھے۔ معاویہ کی پارٹی کے بعض لوگوں نے مطالبہ کیا کہ کچھ مناقب بھی بیان کیجئے۔ امام نسائی نے فرمایا کہ حدیث میں معاویہ کے کوئی مناقب نہیں۔ سوائے اس کے کہ وہ بڑے پیٹو تھے۔ اس پر معاویہ کے متعبین نے امام نسائی پر حملہ کر دیا۔ ایک ایسی ضرب آئی کہ جان لیوا ثابت ہوئی۔

Marfat.com

— ۱۴ —

اسلام اور ایمان کے درجے

ایک غلط فہمی یہ ہے کہ عہد رسالت کے تمام وہ لوگ جو دائرہ اسلام میں آگئے تھے اور انھوں نے رسول اللہ کو دیکھا یا ان کی مختصر صحبت سے بھی فیضیاب ہوئے اور ان کا خاتمہ ایمان پر ہوا صحابۂ رسول میں شامل ہیں اور سب "عدول" ہیں۔ اس لئے واجب التعظیم بھی ہیں۔

صحابی کی تعریف کیا ہے اس پر اہل علم میں بہت اختلاف رہا ہے۔ کسی نے کہا ہے صرف دیکھنا کافی ہے، کسی نے کہا مختصر صحبت بھی صحابی ہونے کے لئے لازمی ہے ایک اور رائے یہ ہے کہ بالغ ہونا بھی شرط ہے، بچوں پر صحابی کا اطلاق نہیں ہوتا۔ بعض نے یہ بھی رائے دی کہ فتح مکہ سے قبل کے مسلمانوں پر صحابیت کا اطلاق نہیں ہوتا ہے بعض نے ابتدائی دور کے مسلمانوں تک محدود کر دیا اور بعض نے یہ شرط لگائی کہ رسول اللہ کے ساتھ چند غزوات کی شرکت ضروری ہے، بعض حدیث کی روایت کی شرط لگاتے ہیں۔

ان سب راویوں میں ایک یہ شرط مشترک ہے کہ وہ ایمان پر مرے یعنی مرتد نہ ہو گیا ہو۔ اور منافق نہ ہو۔ اس مشترک شرط پر غور کیجئے تو تمام مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔

عہد رسالت میں وہ مسلمان بھی تھے، جن کے ایمان سے قرآن نے انکار کیا ہے، قرآن کہتا ہے قالت الاعراب امنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا دیہاتی عرب کہتے ہیں ہم ایمان لائے کہو تم ایمان نہیں لائے لیکن یہ کہو کہ ہم مسلم ہو گئے

Marfat.com

یہ دیہاتی بادیہ نشین عرب بھی کبھی کبھی مدینہ آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ جاتے ہوں گے، ان میں سے بعض حضور کی صحبت میں بھی بیٹھ جاتے ہونگے اگر ان کو صحابی کہا جائے تو قرآن ان کے ایمان سے انکار کر رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ عہد رسالت میں ایک وقت ایسا بھی آیا تھا جبکہ عرب قوم کو یہ احساس ہوا کہ اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا غلبہ ہو گیا اور جو ان کا مقابلہ کرے گا۔ وہ زک اٹھائے گا۔ اس وقت عربوں نے من حیث القوم سر تسلیم خم کر دیا یعنی دائرہ اسلام میں آگئے۔

بخاری وغیرہ میں ایک مشہور حدیث ہے جسے بعض محدثین "حدیث جبرئیل" بھی کہتے ہیں، اس میں تین درجوں کو الگ کر کے بتایا گیا ہے، پہلا درجہ اسلام، دوسرا ایمان، تیسرا احسان بتایا گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ جبرئیل تمہاری تعلیم کے لئے آئے تھے۔ اس حدیث میں اسلام میں کلمہ پڑھنا نماز روزہ وغیرہ میں سب آجاتے ہیں۔ تاہم ایمان کے درجہ میں ان کے علاوہ بعض عقائد اور ہیں مثلاً دل سے اللہ کو مانے خیر و شر کو اسی کی طرف سے سمجھے، کتب سابقہ پر عقیدہ ہو حساب و کتاب میں اس کا عقیدہ ہو۔ وغیرہ۔ اسی طرح احسان کی تعریف کی کہ عبادت اس طرح کرے کہ گویا اللہ کو دیکھ رہا ہے، اگر یہ مرتبہ حاصل نہ ہو تو کم از کم یہ مرتبہ ہو کہ عبادت میں یہ تصور ہو کہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

الغرض ایسے لوگ ہو سکتے ہیں، جو مسلم ہوں مگر مومن نہ ہوں یا مومن ہوں مگر محسن نہ ہوں خصوصاً غزوۂ احزاب کے بعد یا فتح مکہ کے بعد ایسے سینکڑوں بلکہ ہزاروں عرب دائرہ اسلام میں آئے جو صرف مسلم تھے مگر مومن نہیں تھے۔

ایک اور بات کا لحاظ ضروری ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تھے تو منافقوں کی تعداد کافی تھی، مدنی زندگی کے ابتدائی دور میں منافقوں

کے اس گروپ کو مومنین پہنچانتے تھے، یہ آپس میں باتیں کرتے تھے کہ ہم محمدؐ اور ان کے متبعین کو مدینہ سے نکال دیں گے، سورۂ منافقوں میں ان منافقین کا یہ قول موجود ہے اور یہ سورت شروع ان الفاظ سے ہوتی ہے،

اذا جاءک المنفقون قالوا نشهد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشهد ان المنفقین لکٰذبون (منافقون)	منافقین تمہارے پاس آکر کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ تم اللہ کے رسول ہو اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹ بولتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ کے پاس آکر تو یہ لوگ کہتے تھے کہ ہم تم کو اللہ کا رسول مانتے ہیں مگر اللہ متنبہ کرتا ہے کہ یہ ان کا صرف زبانی جمع خرچ ہے۔ دراصل یہ تم کو اللہ کا رسول نہیں مانتے ہیں یہ جھوٹا اقرار کرتے ہیں۔

لیکن جب اسلام کا اقتدار بڑھ گیا تو صرف ظاہرداری رہ گئی ان منافقین کی اتنی ہمت نہیں رہی کہ اپنی نجی صحبتوں میں بھی پہلے کی طرح مدینہ سے نکالنے کی سازش کریں اب ان کے صرف جھوٹے اقرار رہ گئے۔

بخاری کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام ابوسفیان اور معاویہ کو فتح مکہ کے بعد اسی نظر سے دیکھتے تھے اس لئے ان سے میل جول رکھنے اور ان کو جہاد میں شریک کرنے سے احتیاط کرتے تھے، ابوسفیان نے اس طرز عمل کے خلاف رسول اللہ سے اپیل کی اور درخواست کی کہ جہاد میں ہمیں بھی شریک کیا جائے، نیز یہ درخواست کی کہ معاویہ کو کاتب بنالیا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فتنہ پردازوں سے کافی تکلیف اٹھائی تھی۔ نہیں چاہتے تھے کہ پھر یہ کوئی فتنہ اٹھائیں لہٰذا ان کو "مؤلفۃ القلوب" کے زمرہ میں رکھ دیا تھا۔ تالیف قلوب کی پالیسی کا یہ بھی ایک مظاہرہ تھا کہ آپ نے ابوسفیان کی درخواست منظور کرلی۔ واضح رہے کہ اس

م کی درخواست آپ نے صفوان بن امیہ جیسے کافر کی بھی صرف تالیف وقلوب اور فتنہ سے بچنے کے لئے منظور فرمائی تھی چنانچہ کفر کی حالت میں ہی وہ مسلمانوں کی طرف سے جنگ حنین میں شریک ہوا تھا۔ یہ فیصلے بربنائے مصلحت کئے گئے تھے،

بہرکیف صحابہ میں منافقین بھی تھے، جو مدنی دور کی ابتدا میں پہچانے جاتے تھے مگر بعد میں جب اسلام کا اقتدار بہت بڑھ گیا، تو منافقین اتنی احتیاط برتنے لگے کہ ان کا پہچاننا مشکل ہوگیا لیکن رسول اللہ فرمایا کرتے تھے کہ ان فی اصحابی منافقین (میرے اصحاب میں منافقین بھی ہیں (مسند احمد بن حنبل) اگر حدیث کی روایت کے لئے تمام صحابہ کو عدل مان لیا جائے جیسا کہ ہمارے محدثین نے تسلیم کرلیا ہے تو یہ منافقین بھی عدول ہو جاتے ہیں اور پتہ ہی چلتا ہے کہ ان منافقین کی کتنی حدیثیں شامل ہوگئی ہیں۔

لیکن اس بارے میں فیصلہ کن احادیث وہ ہیں جو بخاری کی کتاب الحوض میں بعض اصحاب رسول کے دوزخی ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ ان حدیثوں میں بالکل بے لاگ الفاظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جب میں حوض پر ہوں گا تو میرے اصحاب میں سے کچھ لوگوں کو دوزخ کی طرف لے جایا جائیگا۔ میں کہوں گا "میرے اصحاب! میرے اصحاب!" ان کو کہاں دوزخ میں لے جاتے ہو، اس کا جواب ملے گا کہ تمہیں نہیں معلوم تمہاری وفات کے بعد انھوں نے کیا حرکتیں کیں اور کس طرح اسلامی تعلیمات سے پھر گئے۔

ظاہر ہے کہ یہ وہ صحابہ تھے جو یا تو منافق تھے یا بعد میں دل میں مرتد ہوگئے مگر بظاہر اسلام سے چپکے رہے

اس قسم کے صحابہ کو صحیح العقیدہ صحابہ سے الگ کرنے کا کوئی قطعی اور فیصلہ کن طریقہ ہمارے پاس نہیں لیکن اندازہ کرنے کے لئے صرف دو عمل ہی مدد دے سکتے ہیں جو حدیث و تاریخ میں موجود ہیں۔

Marfat.com

جب اس معیار پہ ہم اندازہ کرتے ہیں تو معاویہ اور ان کے رفیقوں کا جرگہ ہی نظر آتا
جن "صحابہ" کی زندگیوں کے حالات ہم تک پہنچے ہیں ان میں تو یہی لوگ معلوم ہ
ہیں واللہ اعلم بالصواب

قرآن کی جن آیتوں میں صحابہ کی فضیلت آئی ہے ان میں نیز مناقب کی
احادیث میں صحابہ کی اجتماعی حالت یعنی سماجی کیفیت مراد ہے، مثلاً قرآن میں محمد
رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم تراھم رکعا سجدا
یبتغون فضلاً من اللہ ورضوانا۔ سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود۔ (محمد
رسول اللہ اور جن کو ان کی معیت حاصل ہے، منکرین و اسلام کے لیے سخت اور
آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور رحم کرنے والے ہیں، ان کو تم رکوع
سجود میں پاؤ گے وہ اللہ سے فضل و رضامندی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کے
چہرے سجدوں کے نشان سے چمکتے ہیں) ابن عبدالبر نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس
آیت میں مخصوص کی طرف اشارہ ہے اس تشریح کے سوا چارہ ہی کیا ہے کیونکہ یہ واقعہ کے
خلاف ہوگا کہ عام طور سے صحابہ کو "رحماء بینھم" قرار دیدیں اسی طرح حدیث میں اگر لفظ
صحابی آیا ہے تو یا تو یہ حدیث موضوع ہوگی۔ ورنہ اصحابی سے خاص اصحاب مراد ہوں گے۔

صحابیت بے شک قابل قدر ہے، لیکن منافقین صحابہ میں موجود ہے، ان کے
باعث اس کا کوئی معیار نہیں قائم کیا جا سکتا۔

خاتمۂ کتاب

میری کتاب "معاویہ و یزیدؒ اور "یزید بن معاویہ" پر جو
ہوئے ان کو پڑھ کر محسوس ہوا کہ صحابیت کے بارے
بڑی غلط فہمیاں ہیں۔ ان غلط فہمیوں کا ازالہ اس کتاب سے ہو جائے گا۔ حالات
ساتھ دیا تو اس مسئلہ پر ایک کتاب اور بھی لکھونگا۔

Marfat.com

شُد پریشان خوابِ من از کثرتِ تعبیرہا

صحابیت

مؤلفہ

حافظ علی بہادر خاں بی۔ایس سی
(لیگ)

Marfat.com